آندھی اور چراغ

rekhta

آندھی اور چراغ

رئیس احمد جعفری

طابع: ~~حسن آرٹ پریس دہلی~~

قیمت: تین روپے پچاس پیسے

پبلشر: اعتقاد حسین

سول ایجنٹ

ناز پبلشنگ ہاؤس پہاڑی بھوجلہ دہلی

انتساب

ابن حیات صاحب کے نام

رئیس احمد جعفری

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

rekhta
rekhta

پہلا باب

جاوید نے بہت رات گئے اپنے ایک دوست شاہد کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کے بعد اس نے حالات بیان کرنا شروع کئے وہ بہت پریشان تھا۔ گھبراہٹ میں وہ پوری بات شاہد کو بتا بھی نہیں پایا مگر شاہد اپنے دوست کی زبان ہمیشہ سے سمجھتا تھا اس لئے اس نے اس کا سارا مطلب سمجھ لیا اور جاوید کو تسلی دینے لگا۔

گھبراؤ نہیں والدین اسی طرح سختی کرتے ہیں مگر دراصل ان کا مطلب نہیں ہوتا۔ کچھ ہی دنوں بعد وہ خود ہی تمہاری تلاش میں اس طرح سرگرداں ہونگے جس طرح آج تم ہو۔ جاوید اپنی بری عادتوں کی وجہ سے نکالا گیا تھا۔ متعدد دفعہ اس کی خطاؤں کو معاف کرنے کے باوجود جب والدین اس نتیجے پر پہونچے کہ جاوید کی اصلاح ناممکن ہے تو انہوں نے اسے اپنے گھر سے نکال دیا۔

وہ شراب پیتا تھا۔ جوا کھیلتا تھا۔ محلہ کی لڑکیوں کو چھیڑتا تھا غرض یہ کہ دنیا کا کوئی برا کام ایسا نہ تھا جو وہ نہ کرتا ہو۔ یہ عادتیں جب پختہ ہو گئیں اور جرائم کی شکل اختیار کرنے لگیں تو باپ نے بیٹے کو اپنے سامنے بٹھا کر اسے اپنا آخری فیصلہ سنا دیا۔

تمہیں میں نے محبت سے سمجھا کر دیکھ لیا۔ سختی کرکے سمجھانا چاہا تمہیں تمہارے خاندانی مرتبہ کا احساس دلایا۔ ایک بڑے باپ کے بیٹے کا جو سوشل اسٹیٹس ہوتا ہے وہ بتایا مگر تمہاری سمجھ میں میری کوئی بات نہ آئی۔ اب ایک طریقہ سے تمہیں سمجھانا باقی رہ گیا ہے کہ تمہیں عاق کرنے کے بعد اس گھر سے نکال دوں جس کے تم تنہا مالک ہو۔ انسان بعض اوقات سب کچھ کھو کر بھی سنبھل جاتا ہے۔ اب بھی اگر تم راہ راست پر آ گئے تو صرف مجھے خوش نہیں کرو گے۔ بلکہ اپنی آئندہ زندگی کو خوش گوار بنا لوگے..... دولت کی افراط سن کردار آدمی کو خوش نہیں کر سکی اس لئے میری دولت سے اپنی محرومی کا تم کوئی غم نہ کرنا۔

باپ کا اپنی اولاد کے حق میں یہ بڑا جامع اور اٹل فیصلہ تھا مگر لاڈ پیار میں بگڑا ہوا جاوید ان لفظوں کو سن کر طیش میں آ گیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے! اور اس وقت جاوید نے باپ کی کوٹھی چھوڑ دی۔

اس نے اپنے دوست شاہد سے صرف اتنا کہا۔

ابا نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ میں نے سوچا رات تمہارے یہاں گزار کر صبح کہیں اور چلا جاؤں گا۔۔

مارے غصہ کے بات پوری طرح اس کے منہ سے نہیں نکل رہی تھی شاہد کو کم و بیش علم تھا کہ دراصل غلطی پر کون ہے۔ وہ بظاہر ہنس کر مگر بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

جو نوبت آج آئی ہے وہ بہت پہلے آنی چاہیے تھی۔ پھر بھی میرا یہ گھر تمہارے لئے حاضر ہے۔ تم جب تک چاہو شوق سے ٹھہرو۔ یہاں سے تمہیں نکالنے والا کوئی نہیں۔

مگر اس تاریک گھر میں میری رات بڑی مشکل سے کٹے گی۔ جاوید کمرہ کا سرسری جائزہ لے کر بولا مجھے یہ سمجھ کر گزارہ کرنا پڑے گا کہ میں ایک رات کے لئے حوالات میں بند کر دیا گیا ہوں۔

شاہد اپنے دوست کے اس خیال کو معلوم کر کے شرمندہ ہو گیا جاوید کا اس طرح اچانک آجانا وہ اپنی عزت سمجھتا تھا۔ کبھی یہ دونوں طالب علمی کے زمانے میں بہت اچھے دوست تھے۔ شاہد چونکہ اول نمبر پر تھا اس لئے جاوید بھی اس کو قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جاوید میں دنیا کا بڑا پن نہیں آنے پایا تھا وہ شاہد کی اس لئے عزت کرتا تھا کہ وہ اپنے درجہ میں سب سے تیز تھا۔ اور تمام مضمونوں کے ماسٹر اس سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ان دونوں کا سا

اسکول کی زندگی تک رہا۔ شاہد ہائی اسکول کرنے کے بعد کالج میں آگیا۔ جاوید کو کئی سال تک انٹرنس میں فیل ہونے سے فرصت نہ ملی یہاں تک کہ اس نے اپنی تعلیم ترک کر دی اور باپ کی کمائی ہوئی دولت کا سہارا لے کر بری عادتوں میں پڑ گیا۔ دنیا کے عیش و آرام لوٹ کر اسے یہ احساس بھی ہوا کہ دراصل مقصد زندگی یہی ہے۔ وہ نہیں ہے جو شاہد گزار رہا ہے۔ اس بدلی ہوئی نظر نے شاہد کو بھی غریب اور محنت کش سمجھ کر گرا دیا۔ آج یہ اتفاقیہ ملاقات عجوبہ تھی۔ ایک عرصہ کے بعد ایک امیر دوست کا اس کے گھر آجانا اس کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد شاہد کے بلند حوصلے پست ہو چکے تھے۔ انجینئرنگ کالج کی آخری ڈگری امتیاز کے ساتھ حاصل کرنے کے بعد اسے ایک فرم میں جو معمولی سی ملازمت ملی وہ اس کے شایان شان نہ تھی۔ اسے یہ تجربہ ہوا کہ اچھی ملازمت کا انحصار سفارش پر ہے۔ قابلیت پر نہیں۔ اس افسوسناک تجربہ نے اس کے اندر احساس کمتری پیدا کیا۔ وہ اپنے کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ کسی کا کوئی دوست بن بلائے اس کے گھر آجائے جاوید اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا مگر اس کو اپنی نظروں کے سامنے کھڑا دیکھ کر وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا خواب؟ جاوید کا گھر سے نکالا جانا تو اس کی سمجھ میں آگیا مگر اس کا ایک غریب دوست کے دروازہ پر آنا ناقابل یقین تھا وہ بولا

تمہارا میرے گھر آنا خدا کی شان ہے اور میں اپنی جان بیچ کر تمہاری

ہر آسائش کا سامان کروں گا۔

وہ سب سے پہلے اپنے دوست کے لئے ایک گدگدے بچھونے کا انتظام کرنے لگا۔ جاڑوں میں شاید ہی کسی کے گھر سے کوئی فاضل بستر نکل سکے اس لئے اس نے اپنے ہی بستر کی شکنیں الٹیں اور جاوید کو مہیا کر دیا۔

یہ گدگدا بھی ہے اور گرم بھی۔ تم اس پر آرام سے لیٹ کر سو جاؤ۔ اور تم؟

میں ہر رنگ میں زندگی بسر کرنے کا عادی ہوں۔ فرش پر دری بچھا کر سو رہوں گا۔

میں بھی فرش پر لیٹ جاتا ہوں۔

نہیں میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ شاہد نے کہا۔ اول تو تم میرے مہمان ہو اس کے علاوہ امارت کہیں غربت کو اس کے ظاہرہ لباس میں دیکھتی ہے۔ اس کا دل چیر کر کہیں دیکھیں جس میں خلوص و محبت اور درد ہوتا ہے۔

اوہو۔ جاوید پریشان ہو گیا۔ میں اس وقت تمہارا فلسفہ سننے نہیں آیا ہوں رات بسر کرنے آیا ہوں۔ تمہیں نہیں معلوم میرے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔

مجھے معلوم ہے۔ شاہد نے جواب دیا۔ مگر یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گی۔ صبح ہی تمہارا مزاج بدلا ہوا ہوگا۔

شاہد کو معلوم تھا کہ جاوید کے پاس سب کچھ ہے مگر مستقل مزاجی اور کریکٹر نہیں ہے۔ یہ دو چیزیں اگر کسی کے پاس نہ ہوں تو سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ یہ نصیحت جس نے بھی کی وہ اپنے طور پر بالکل صحیح تھا کہ "دولت کے کھو جانے کا کوئی غم نہ کرنا چاہیئے تندرستی نہ رہے تو یہ بات تشویشناک ہے۔ لیکن اگر کسی کا قوی کردار ختم ہو چکا ہو تو اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ بات شاہد کے ذہن میں بیٹھ چکی تھی۔ مگر جاوید نے حکماء اس قسم کے قول کو بیہودگی کہا۔ اسے اس وقت شاہد کے گھر میں بیٹھے بیٹھے وحشت ہونے لگی۔ اس نے سوچا وہ کیوں نہ کسی ہوٹل میں رات گزارے۔ شاہد کے گھر کا نقشہ اس کی نظر میں نہ تھا جس میں ایک دھیمی روشنی کا بلب جل رہا تھا اور ضرورت کی رکھی ہوئی چیزیں صاف نہیں دکھائی دیتی تھیں صرف ایک بستر تھا وہ بھی اتنا آرام دہ نہ تھا جس پر جاوید کو اچھی طرح نیند آ سکتی۔ اس نے شاہد سے پوچھا۔

میں کیوں نہ اس وقت کسی ہوٹل میں جا کر ٹھہر جاؤں؟

جاوید۔ شاہد نے اٹھ کر اپنے دوست کو مخاطب کیا۔ تمہارے آنے سے جو خوشی مجھے ہوئی ہے اسے اتنی جلدی تو نہ چھینو۔

بات یہ ہے کہ تم میری بگڑی ہوئی عادتوں کا ساتھ نہیں دے سکتے میں تمہارے گھر یہ مہمان نوازی کو ہرگز ساتھ لے کر نہیں آیا ہوں۔

شاہد خوشامد کرنے لگا۔

تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ میں تمہاری بری عادتوں کو بھی برداشت کروں گا۔ تمہیں جانے دوں یہ ناممکن ہے۔

آزمائش کروں؟ جاوید نے ہنس کر دریافت کیا۔

کرو۔

میرے لئے ایک بوتل کا انتظام کرو۔ میں آج رات مدہوش رہ کر کاٹ دوں گا۔

اس وقت شاہد نے گھبرا کر گھڑی کی طرف نظر کی تو ایک بج چکا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ آزمائش سخت تھی۔ جاوید ہنسا اور اس نے اپنے دوست کو سمجھانے کی کوشش کی۔

تم میری ایک معمولی سی فرمائش پوری نہیں کر سکتے تو پھر دوستی کیا خاک نبھاؤ گے؟ میرے لئے فوراً شراب کا انتظام کرو۔

مگر اس وقت؟

شراب کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت پی جا سکتی ہے۔ میرا نشہ اتر چکا ہے۔ اس لئے مجھے فوراً شراب چاہئے۔

بڑا سخت امتحان ہے جاوید۔

اور تم کیا سمجھتے تھے؟ جاوید ہنسنے لگا۔ کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ مجھے ایک نرم اور گدگدے بستر پر سلا کر تم اپنے امتحان میں پاس ہو جاؤ گے۔

مگر اس وقت شراب کا مہیا کرنا۔ اس چیز کی جستجو جسے میں نے دیکھا تک نہیں ہے۔ اسی بری عادت کو چھوڑ دو میری جان۔

میں تمہاری نصیحت سننے نہیں آیا۔ جاوید اپنی پوری آواز سے چلایا نصیحت مجھے میرے گھر کے نوکر بھی کرتے تھے۔ مجھے تم سے کچھ اور امید تھی۔

دروازہ کھولو میں جا رہا ہوں۔

میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔

اس وقت اگر تم نے مجھے روکا تو شاید میں تمہارا سر توڑ دوں۔

مجھے یہ بھی منظور ہے۔

جاوید کا اس وقت تک آدھا نشہ اتر چکا تھا اور اسے پورے طور پر نشہ میں آنے کے لئے شراب کی اشد ضرورت تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح دروازہ کی طرف لپکا مگر شاہد پہلے ہی اس سے لپٹ چکا تھا۔ اور ہر قیمت پر جاوید کو روکنا چاہتا تھا۔ جاوید نے اسے ایک دھکا دیا پھر جب وہ گر پڑا تو اس کے ایک ٹھوکر بھی ماری۔

کمینہ کہیں کا بدمعاش۔

یہ الفاظ بھی جاوید ہی کے تھے اور جن کا جواب شاہد کی خاموشی تھی۔ اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہوا مگر اس میں ضبط کی قوت بھی تھی۔ یہ منظر اور اثر انگیز خاموشی بے معنی نہ تھی۔ اس نے جاوید کو سوچنے پر مجبور کیا۔

اس نے یہ کیا کیا؟ اس نے اپنے دوست کی محبت کا کس طرح جواب دیا؟ اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اپنے ہی عمل کے ردعمل سے مغلوب ہو کر وہ اٹھا اور اس نے شاہد کے قدم پکڑ لیے۔

تمہاری خاطر سب کچھ منظور ہے؟ وہ بھی جو میرے والدین کو منظور نہ تھا۔

وہ اسی طرح شاہد کے قدموں سے لپٹا رہا۔

مجھے معاف کر دو شاہد۔ تم میرے سچے دوست ہو جو آج کل کی دنیا میں ناپید ہے۔ تم واقعی بہت بڑے انسان ہو۔ تم واقعی بہت بڑے انسان ہو۔

شاہد نے بمشکل تمام بولنے کی کوشش کی۔ جاوید کی بھرپور ٹھوکر اس کے سینے پر لگی تھی۔ اور چوٹ کا اثر ابھی تک زائل نہیں ہوا تھا۔

اگر میری جان تک میرے دوست کے کام آئے تو میں دریغ نہیں کروں گا۔ میرا اس وقت دنیا میں کوئی نہیں۔ ایک بھائی تھا وہ بھی مدت سے لاپتہ ہے۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ اگر تم اپنے اس سلوک کے ساتھ بھی میرے ساتھ رہے تو میں یہی سمجھوں گا کہ میرا گیا ہوا بھائی واپس آگیا۔

جاوید کا سر مارے شرم کے اوپر نہیں اٹھا۔ وہ آدھا نشہ بھی اس واقعہ کے بعد ختم ہو چکا تھا۔ اس کے لہجے میں سنجیدگی اور محبت پیدا ہو چکی تھی

بجائے میرے تم کسی اچھے ساتھی کی تلاش کیوں نہیں کرتے؟

میں اچھے برے کا قائل نہیں ہوں۔ دوستی کا مطلب یہ ہے کہ دوست کی برائی سے بھی محبت کی جائے۔ اچھائی سے محبت کرنے والے تو سب ہی ہوتے ہیں۔ میں تمہیں ایک دفعہ اپنا دوست کہہ چکا ہوں۔ میں اپنے یہ الفاظ واپس نہیں لے سکتا۔ تم مجھے آزما کر دیکھو

میں نے آزما لیا۔

شاہد نے اٹھنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔ جاوید نے سہارا دیا۔ مگر وہ بجائے بستر کی طرف جانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

تم کہاں جا رہے ہو؟ اس مرتبہ یہ تشویش جاوید کو ہوئی۔

وہ بولا۔ تم بستر پر آرام کرو۔ میں تمہارے لئے شراب کی بوتل لے کر آتا ہوں۔

جاوید نے اسے منع کیا۔ نہیں نہیں "میں شراب نہیں پیوں گا شاید اب میں کبھی نہ پیوں" وہ شاہد کو پکارتا رہا۔ مگر کھلے ہوئے دروازے خاموش تھے اور شاہد جا چکا تھا۔

جاوید سوچنے لگا۔

یہ دنیا کیسے عجیب و غریب انسانوں سے بھری پڑی ہے۔

دوسرا باب

شاہد جس فرم میں ملازم تھا اس کا کام شہر میں عمارتیں تعمیر کرنا تھا۔ بڑے بڑے ٹھیکے اس فرم کو ملتے تھے اور جس کے انجینئر اپنی نگرانی میں عالی شان عمارتیں تیار کرواتے تھے۔ شاہد اس فرم میں اسسٹنٹ انجینئر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ اس کی زندگی بے کیف تھی بجز ان چند لمحوں کے جب وہ شیریں کے ساتھ ہوتا تھا۔ مس شیریں اس فرم میں اسٹینو تھی اور کبھی کبھی شاہد کے پاس آکر بیٹھا کرتی تھی۔ دونوں کی یہ ملاقات ایک عرصہ

سے تھی۔ بلکہ اب تو لوگ یہ بھی کہنے لگے تھے کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

اس نے شیریں کو کاغذ پر بنا ہوا ایک نقشہ دکھایا۔

"سامنے کی تین کھڑکیاں سمندر کی طرف کھلیں گی یہاں ایک خوبصورت باغیچہ ہوگا جس میں تمہاری پسند کے پھول لگائے جائیں گے۔ ان پھولوں کے بیچ میں ایک فوارہ ہوگا۔ چاروں طرف سنگ مرمر کی کرسیاں ہوں گی۔ یہاں ایک چھوٹا سا حمام ہوگا جس میں تم نہایا کرو گی

یہ ایک آئیڈیل گھر کا نقشہ ہے شیریں دعا کرو کہ میں اب ایک مکان تمہارے لئے تعمیر کرسکوں۔

شیریں ہنسی اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میں اس محل کا نام قیصر شیریں رکھوں گا۔ شاہد نے اپنا بیان جاری رکھا۔ تمہیں نہیں معلوم میں نے کتنی محنت سے یہ نقشہ تیار کیا ہے۔ کاغذ کے اس ٹکڑے پر آئی ہوئی بہار جب زمین کی طرف چلے گی تو بیچ بیچ ایک چھوٹی سی جنت بن جائے گی جس میں ہم دونوں رہا کریں گے۔

شیریں کی ہنسی قہقہے سے بدل گئی

کاغذ پر تو اس سے بھی بڑا خوبصورت محل بنایا جاسکتا ہے مگر زمین پر دو اینٹیں بڑی مشکل سے ایک جگہ پر ہوتی ہیں۔

شاہد نے تعجب بھری نظروں سے شیریں کو دیکھا۔ وہ کہنے لگا۔

تم کتنے بھولے ہو شاہد۔

ہاں یہ میری خام خیالی بھی ہوسکتی ہے۔ شاہد سنجیدہ ہوگیا۔ لیکن اس دنیا میں خواب کبھی سچے ہو جاتے ہیں۔

ایسے خواب زیادہ دیکھے گئے ہیں جو پورے نہ ہوں۔

میرا خواب پورا ہوگا۔ شاہد کی آواز میں اعتماد تھا۔ میری یہ خواہش پوری ہوسکتی ہے بشرطیکہ زندگی کے ہر سفر میں تم میرے ساتھ رہو۔

شیریں نے شرما کر سر نیچا کرلیا۔

بولو تم میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو۔

شیریں خاموش رہی۔ شاہد نے اس کے جواب کا انتظار کیا وہ اسی طرح گم سم بیٹھی رہی۔

ارے تم چپ کیوں ہوگئیں۔

تم بھی چپ ہو جاؤ۔ شیریں کو زبان کھولنی پڑی۔ کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ڈیڈی کبھی تیار نہ ہوں گے۔ تم زندگی بھر کاغذ پر لکیریں بناتے رہے وہ لکیریں جن کا زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیریں ایک سانس میں جانے کیا کیا کہہ گئی اور شاہد بیٹھا ہوا سنتا رہا۔ اس کے ہاتھوں کو جنبش ہوئی اور اس نے اس کاغذ کے دو ٹکڑے کردیئے جس پر قصر شیریں کا نقشہ بڑے ارمانوں سے بنایا گیا تھا۔ وہ بڑی حسرت سے بولا۔

اچھا ہوا تم نے مجھے جگا دیا۔ ابھی تو میں نے ادھورا ہی خواب

دیکھا تھا — تم اب جا سکتی ہو۔

شیریں اور شاہد کی گفتگو اس گھر میں ہو رہی تھی جہاں جاوید پڑا سو رہا تھا۔ اس نے شیریں کو رخصت کرنا چاہا اس لئے کہ جاوید کسی بھی وقت آ سکتا تھا اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی یہ باتیں کوئی اور سنے۔

تم اب جاؤ شیریں میرا خواب ٹوٹ گیا۔

کاغذ کے ٹکڑے ہواؤں میں بکھر گئے۔ اور شیریں کو ایسا لگا جیسے وہ خیالی محل اس کے سامنے منہدم ہو کر گر پڑا ہے۔

تم شاید خفا ہو گئے۔ وہ دبی زبان سے بولی۔

نہیں۔

بات سچ ہو تو بری لگ جاتی ہے۔ تم نے مجھ سے کبھی وعدہ کیا تھا کہ تم صرف اسکیمیں نہیں بناؤ گے بلکہ روپیہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کرو گے۔ مگر تم اپنا یہ وعدہ بھول گئے۔

مجھے یاد ہے۔

اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ڈیڈی کیا چاہتے ہیں۔ انھیں رضامند کرنے کے لئے روپیہ پہلی شرط ہے۔

شاہد خاموش رہا۔ اس کی نظر میں شیریں کے ڈیڈی کا سراپا گھوم گیا جس نے پہلی ہی نگاہ شاہد پر اس انداز سے ڈالی تھی جیسے کوئی حقیر سی چیز اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئی ہو۔

تم نے اپنے ڈیڈی سے کچھ کہا تھا۔

نہیں وہ ایک دن خود ہی ممی سے کہہ رہے تھے۔ آواز میرے کان میں بھی پڑ گئی ”شیریں سے وہی شادی کرے گا جس کے پاس دولت ہو“!

معلوم نہیں وہ دولت کہتے کس چیز کو ہیں۔

جس چیز کو دنیا دولت کہتی ہے اس کو وہ بھی کہتے ہیں۔

مگر میں تمہیں! تمہارے گھر والوں کو اپنی محبت دے سکتا ہوں جس کی تمہارے یہاں کوئی قدر نہ ہو گی اور اس لئے ہمارا یہ رشتہ آج سے ٹوٹ رہا ہے۔ اب تم جاؤ شیریں۔ وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر اسے رخصت کرنے لگا۔ یہ وقت جاوید کے آنے کا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں یہاں دیکھے

جاوید کون ہے شیریں کو تشویش ہوئی۔

میں شاید پہلے ایک روز پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ میرا ایک دوست جو اپنے گھر سے نکل کر میرے پاس مقیم ہے۔

آنے دو شیریں لاپرواہی سے بولی۔ مجھے تمہارے پاس دنیا دیکھ چکی ہے وہ دیکھ لے گا تو تعجب کی کون سی بات ہے۔

وہ آدمی کچھ یوں ہی سا ہے۔ بڑا لاابالی۔ وہ اس وقت آجاتا ہے اور عجیب رنگ میں آتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا تھا۔

شاہد کا جملہ پورا ابھی نہ ہوا تھا کہ جاوید نشہ کے عالم میں گنگناتا

ہوا داخل ہوا۔ شیریں اپنی جگہ سے بھاگی اور الماری کے پیچھے جاکر کھڑی ہوگئی۔ جاوید نشہ میں دھت شاہد کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا آج اس کی زبان زیادہ لڑکھڑا رہی تھی

اچھا جی وہ بولا۔ اب ہم میں ایسے کیڑے پڑگئے کہ اچھی عورتیں ہم سے چھپائی جاتی ہیں

وہ وحشیوں کی طرح ہنسا اور شاہد کی طرف غور سے کھڑا ہوا دیکھتا رہا میں نے تم دونوں کی ساری باتیں سن لی ہیں۔ بڑے بڑے محل بنائے جارہے تھے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا مگر میں بڑی دیر سے کھڑا ہوں تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔

شاہد نے اس کو اس عالم میں دیکھ کر ڈانٹا۔

تم اپنے کمرے میں جاؤ جاوید۔

جاوید اپنی بدمستی کے عالم میں ٹہلتا ہوا الماری کے قریب گیا اور شیریں کے سامنے کھڑا ہو کر مسکرانے لگا۔

تم ان سے میرا تعارف بھی نہیں کراؤ گے۔

شاہد کو غصہ آگیا اس نے اور زیادہ تیز آواز میں جاوید کو ڈانٹنا شروع کیا۔

میں کہتا ہوں تم اپنے کمرے میں جاؤ۔

جاوید نے اپنے سینے پر انگلی رکھی اور خود ہی اپنے آپ کو تعارف کرانے لگا۔

خاتون۔ میں شاہد کا دوست ہوں۔ میرا نام جاوید ہے۔ ایک لکھپتی باپ کا بیٹا اپنے گھر سے نکال دیا گیا۔ اب وہ یہاں اپنے سب سے عزیز دوست کے یہاں رہتا ہے۔

نہیں جاؤ گے تم اپنے کمرے میں؟ شاہد پوری آواز سے چلایا۔

اسی لئے میں نے تم سے کہا تھا کہ تم مجھے اپنے گھر میں نہ رکھو۔ مجھے معلوم تھا کہ تم میری ناز برداریاں نہیں اٹھا سکو گے۔ میں ایک رئیس باپ کا بگڑا ہوا بیٹا ہوں۔ تم نے کہا تھا۔ تمہارے گھر کے دروازے میرے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ اس وقت تم مجھے اپنے کمرے سے نکال رہے ہو۔ وہ وقت بھی دور نہیں ہے جب تم مجھے اپنے گھر سے نکالو گے۔

تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو۔

میں اس وقت ہوش و حواس میں ہوں۔ جاوید سنجیدہ ہوگیا۔ تمہیں کیا معلوم کہ شراب پینے کے بعد میرے احساس کی شدت کتنی تیز ہو جاتی ہے۔ ایک بڑا آدمی ہر وقت بڑا نہیں ہوتا۔ وہ بعض اوقات کچھ اور بھی ہوتا ہے۔ کچھ ایسی ہی باتیں ہیں جنھوں نے مجھے ایسا بنا دیا۔

شیریں الماری سے پیچھے سے نکل کر سامنے آگئی۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ اپنا پرس اٹھا کر جانے لگی۔

آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ کون ہیں۔ جاوید نے شیریں کو جانے سے روکا۔

ان سے پوچھ لیجئے۔ وہ شاہد کی طرف اشارہ کرکے آگے بڑھ گئی

یہ میرے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔

جانتا تو میں بھی سب کچھ ہوں۔ جاوید نے کہا۔ جب ایک کیفیت دوسری کیفیت کو زائل کرے تو اس کے بارے میں کوئی کسی سے کیا پوچھے اور کیا نہ پوچھے۔

آپ یہاں ٹھہریں میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔

جاوید اتنا کہہ کر روپوش ہوگیا۔ وہ کچھ اس انداز سے کمرے میں گیا جیسے اب پھر کبھی اپنے دوست کے کمرے میں نہ آئے گا۔ شیریں نے شکایت کی۔

کس قسم کے آدمی کو گھر میں ڈال لیا؟

ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے کی رفاقت کا وعدہ کیا تھا۔ شاہد نے کہنا شروع کیا۔ اس وعدے کو دونوں بدلی ہوئی شکلوں میں نباہ رہے ہیں۔

مجھے معلوم ہوتا تو میں ہرگز تمہارے گھر نہ آتی۔

اُس نے کوئی بات تمہارے شان کے خلاف کہی ہے۔

مگر ایک ایسے شخص کو گھر میں رکھ کر بدنامی مول لینے سے فائدہ؟

یہ ایک علیحدہ سوال ہے کہ زبان سے کیئے ہوئے وعدے کوشش کر کے پورے کیئے جاتے ہیں یہ نہیں کہ مشکلوں سے گھبرا کر وعدہ ہی فراموش کر دیا جائے۔ تم سے بھی میں نے ایک وعدہ کیا تھا۔ اس کی تشکیل میں نے کاغذ پر بنائی۔ تم نے اس کا مذاق اڑایا۔ مگر وہ وعدہ پورا

ہوگا۔ شیریں جب بھی میں اس قابل ہوا میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔

شیریں ہنسی۔ اس نے شاہد کی سنجیدگی کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ نہ دیکھا یہ کہ وہ کس جذبہ کے تحت بول رہا ہے۔

خیالی محلوں میں دنیا نہیں بسائی جاسکتی۔ وہ پھر اپنی بات کو دہرانے لگا۔ ڈیڈی کے رضامند نہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔ میں اس وقت یہی کہنے تم سے آئی ہوں۔

میں نے سن لیا اور صبر کر لیا۔ ان کی نظر میں تمہارے لئے کوئی مالدار آدمی ہوگا۔

تم ان کی نظر میں نہیں ہو اتنا مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔

شیریں کے منہ سے یہ تلخ جملے برابر نکلتے رہے۔ حالانکہ وہ شاہد سے کچھ کم محبت نہیں کرتی تھی مگر وہ ایک ایسی لڑکی تھی جو اپنے باپ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شاہد خود اپنا فرم الگ کھول لے اور دوسروں کی طرح دولت کمائے مگر اس کے پاس اس کاروبار کے لئے روپیہ نہیں تھا۔ شیریں کا اصرار تھا کہ وہ قرض لے شاہد قرض کے نام سے ڈرتا تھا۔ دونوں کے درمیان یہ تلخی کئی دنوں کی بحث کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ وہ گھبرا کر شاہد سے پوچھنے لگی۔

بتاؤ اب میں کیا کروں۔

تم کیا کر سکتی ہو۔ شاہد اپنے کو اور شیریں کو مجبور سمجھ کر بولا۔

دولت اور محبت کا مقابلہ ہے۔ اس زمانے میں محبت کا کوئی

خریدار نہیں اس کی حیثیت آج کل صرف مشغلہ کی ہے۔

شیریں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

آہ۔ کیا سوچا تھا اور کیا ہوگیا۔

ہم نے جو کچھ سوچا تھا وہ بھلانا پڑ گیا۔ جو ہوگیا وہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ دنیا میں یہی ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا۔

تیسرا باب

شاہد کے دروازہ پر پھر ایک دفعہ دستک ہوئی تو اس نے باہر نکل کر دیکھا کہ پولیس نے اس کے گھر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ گذشتہ رات اس نے نشہ کی حالت میں کسی آفیسر کی لڑکی کو چھیڑا تھا جو اسی محلہ میں رہتا تھا اور جس کی رپورٹ پر پولیس آئے گرفتار کرنے آئی تھی۔ پولیس کو اپنے دروازہ پر دیکھ کر وہ زمانے کی ستم ظریفی پر ہنسنے لگا۔ یہ یقیناً اس کے دوست جاوید کی حرکت تھی جسے محلہ میں کوئی جانتا نہ تھا۔ اس لئے یہ بجلی بھی شاہد ہی پر گری۔ مگر وہ پولیس کو کیا جواب دے یہ سوال اس کے لئے اہم تھا وہ بڑی دیر تک کھڑا سوچتا رہا۔

تم پر یہ الزام ہے کہ تم شراب پی کر شریف لڑکیوں کو چھیڑتے ہو۔ پولیس انسپکٹر آگے بڑھ کر بولا۔ اس لئے میں تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔

لیکن میں نے تو کبھی شراب کی ایک بوند نہیں پی۔

غلط کہتے ہو۔ انسپکٹر شاہد کو ڈانٹنے لگا۔ سارے محلہ کے لوگ تمہیں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے یہاں راتوں میں شور و غل ہوتا ہے۔ تم نشے کی حالت میں گالیاں بکتے ہو۔ کسی لڑکی کو بھی یہاں آتے جاتے دیکھا گیا۔ لہٰذا ایسی حالت میں تم کو تمہاری مرضی کے مطابق نہیں رہنے دیا جائے گا۔ تم پر باقاعدہ مقدمہ چلے گا۔ اور اگر جرم ثابت ہوگیا تو تم جیل بھیج دئے جاؤ گے۔ اپنا نام بتاؤ۔

شاہد رضا۔

باپ کا نام؟

علی رضا

پیشہ؟

ملازمت

سرکاری یا غیر سرکاری

غیر سرکاری۔

دفتر کا پتہ؟

افتخار الدین اینڈ سنز لمیٹڈ۔

کوئی ضامن ہے۔

اس وقت تو کوئی بھی نہیں ہے۔

کسی کو بتا دو وہ تھانہ آکر تمہاری ضمانت دے پھر تم رہا کر دیئے جاؤ گے۔ مگر فی الحال تم کو حوالات میں رہنا ہوگا۔ ہم دونوں قانون کے پابند ہیں۔ شاہد نے انکار کیا۔ مگر اس وقت کے لگے ہوئے مجمع میں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو اس کی حمایت کرتا۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔

محلہ میں شریفوں کی طرح نہیں رہ سکتے تو محلہ چھوڑ دو۔ خان بہادر کے گھر کے سامنے سیٹی بجانا۔ لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرنا۔ تمہاری ماں بہنیں ہوں تو تمہیں پتہ چلتا۔ نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے۔ تم یہ حرکتیں نہیں کرو گے تو اور کون کرے گا۔

ہڈی پسلی ایک کر دو۔ مجمع سے کسی اور کی آواز سنائی دی۔ مارو بدمعاش کو۔ یہ آواز بھی کسی نے لگائی۔ اور لوگ اسے مارنے کے لئے آگے بڑھے۔ پولیس انسپکٹر نے فوراً مداخلت کی۔

خبردار جو کسی نے کوئی حرکت کی۔

شاہد نے ایک دفعہ اور گڑگڑا کر معافی مانگی۔

اگر ایسی کوئی بات ہے تو مجھے معاف کر دو۔ اب کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔

تم یہ کس سے کہہ رہے ہو۔ انسپکٹر نے اُسے روکا۔ شرابی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ قانون انصاف کرتا ہے۔ کسی پر رحم نہیں کرتا۔

شاہد نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی۔ مگر کوئی بھی اس کی بات سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ سپاہیوں نے اس کی کمر میں رسّی ڈال دی اور اسے گرفتار کر کے لے گئے۔

چوتھا باب

جاوید کو کئی دنوں بعد شاہد کی گرفتاری کا علم ہوا۔ اس دن کی بدمزگی کے بعد جب اس نے نشہ کی حالت میں شیریں سے مذاق کیا تھا اور شاہد نے اس کو ڈانٹا تھا۔ جاوید نے اپنے دوست کا مکان چھوڑ دیا تھا اور اب اس کی رہائش کسی ہوٹل میں تھی۔ پھر بھی یہ خبر اس کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھی کہ شاہد اب اس دنیا میں آزاد نہیں ہے۔ جرم جو اس پر لگا تھا اس کا ذمہ دار شاہد نہ تھا۔ یہ ایک اور بہت بڑی آزمائش تھی۔ جس میں وہ پورا اترگیا۔ وہ چاہتا تو جاوید کا نام لے کر اپنے اوپر لگے ہوئے جرم کو غلط ثابت کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ کیا دوستی اس حد تک بھی نبھائی جا سکتی ہے؟ جاوید اپنے دل میں سوچنے لگا۔

شاہد چلا گیا۔ مگر کیوں؟ ایسا کیوں ہوا؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟
شاید میں ہوں۔ نہیں نہیں میں نہیں شراب کے دو ارغوانی قطرے ہیں
جنھیں پی کر انسانیت کے لباس میں درندگی جھانکنے لگتی ہے۔ میری یہی
درندگی میرے گھر والے نہ برداشت کر سکے۔

اس کے کانوں میں شاہد کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم شراب پینا چھوڑ دو"

پھر اسے اپنا جواب بھی یاد آیا۔

میں اس قسم کی نصیحت سننے کا عادی نہیں ہوں۔ یہ نصیحت
تو میرے گھر کے نوکر بھی کر سکتے ہیں۔

وہ گذری ہوئی دنیا سے پھر موجودہ دنیا میں آگیا۔ اس دنیا
میں چل کر جس میں کبھی شاہد آباد تھا۔ اس دنیا تک جو شاہد کو کھو چکی
تھی۔ اپنے تصور میں شاہد کو اپنے سامنے بٹھا کر اس نے باتیں کرنا شروع
کیں۔

میرے دوست۔ اب اگر میں شراب پینا چھوڑ دوں تو کیا ہوگا؟
میں شراب چھوڑ دوں مگر تم جیل سے واپس نہیں آسکتے۔ آج تمہارے
سامنے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ میں اس شغل کو جاری رکھوں یا چھوڑ دوں؟
تم بولتے کیوں نہیں شاہد۔ تمہاری اتنی بڑی قربانی کے بعد کیا شراب
مجھے چھوڑنی اثر کر سکتی ہے؟ مجھے نہیں معلوم جاوید کو خود اپنے بارے
میں پس و پیش تھا۔ میں انتہائی کمینہ اور ذلیل انسان ہوں۔ اس کے

خیالات نہ جانے کہاں بھٹکے۔

شاہد کو شیریں سے محبت تھی مگر اس کی محبت بھی اس کی زبان سے
یہ نہ کہلوا سکی کہ قصور اس کا نہیں جاوید کا ہے۔ یہ جرم جاوید نے کیا ہے
خان بہادر کی لڑکی کو میں نے چھیڑا تھا آفیسر کی لڑکی کو میں نے ہیلو کہا تھا
وہ چاہتا تو پولیس کو یہ سب کچھ بتا سکتا تھا مگر واہ رے دوست اب بھی
اگر وہ نہیں بدلے اور شراب پینا نہ چھوڑے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔
اس پر خدا کا قہر ٹوٹے۔

جاوید نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کیا۔

میں آج سے شراب نہیں پیوں گا۔ نہیں پیوں گا۔ نہیں پیوں گا۔

اس نے خدا سے یہ دعا مانگی اور اس کی دعا قبول ہوگئی۔ جاوید
نے شراب کو اور شراب نے جاوید کو اس طرح چھوڑا جیسے ان دونوں
کا کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ شراب کے ساتھ اور بہت سی بری عادتیں
بھی چھوٹ گئیں۔ وہ ایک بدلا ہوا انسان تھا۔ اس نے اپنے دوست
شاہد کو چھڑانے میں بڑی دولت خرچ کی۔ مگر شاہد چونکہ اقبال جرم کر
چکا تھا۔ اس لئے اس کی سزا معاف نہیں ہوئی۔

فوجی حکومت نہ ہوتی تو شاید رشوت دے دلا کر کام چل جاتا۔ مگر اب
تو شاہد کو جیل سے باہر لانے کے سارے راستے بند تھے۔

شاہد کو اگر یہ پتہ چلتا کہ جاوید اب ایک بدلا ہوا انسان ہے تو اسے
اپنی ابتری کا ذرا سا بھی قلق نہ ہوتا۔ ایک مقصد کے حصول کے لئے

آدمی کیا کچھ نہیں کرتا؟ اگر اس نے اپنی مصیبت سے کسی کی اصلاح کر دی ہے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر اُسے کچھ بھی تو نہیں معلوم تھا۔ معلومات کی دنیا سے الگ وہ جیل کی ایک تاریک کوٹھری میں اپنی قید کی مدت گزار رہا تھا۔

جاوید اپنے امیر کبیر گھر میں لوٹ کر پھر آ گیا۔ والدین تو اس کے لئے پہلے ہی سے منتظر تھے بلکہ ماں نے تو رو رو کر شوہر کا ناک میں دم کر دیا تھا کہ رات و دن اس کا یہی مطالبہ تھا کہ میرے جاوید کو لاؤ۔

جاوید کے والد نے بیگم کا کہنا نہیں مانا۔ وہ کہتے تھے۔ جاوید کو انسان بن کر خود آنا چاہئیے۔ اور ہم سے معافی مانگنا چاہئیے۔

اللہ اللہ کر کے وہ دن آیا تو والدین کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ زمانہ کی سختی نے جاوید کو صحیح راستہ دکھایا مگر یہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اصل رہبر تو شاہد ہے۔ نہ وہ اتنی بڑی قربانی دیتا نہ جاوید راہ راست پہ آتا۔

دن گزرتے رہے۔ جاوید باپ کے ساتھ کاروبار میں لگ گیا۔ شروع شروع تو اسے اپنے کام سے دلچسپی نہیں ہوئی مگر بعد میں اس کا دل بہل گیا۔ جاوید کے والد وقار صاحب نے اپنے کاروبار کے جس شعبہ کا اسے انچارج بنایا وہ تصنیف و تالیف سے متعلق تھا۔ وقار صاحب نے اس نئے شعبہ کی ابتدا حال ہی میں یہ سمجھ کر کی تھی کہ وہ ملک کے پڑھے لکھے طبقہ کی بھی خدمت کر سکیں۔ ان کے گھر

میں جاوید ہی سب سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ اس لئے اُس کو اس شعبہ کا انچارج بنایا گیا ــــ ایسا کرنے میں ایک مصلحت اور بھی تھی۔ وقار صاحب کو دنیا کا بڑا تجربہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ ہر ملک کی تہذیبی نمائندگی اس ملک کے ادیب و شعراہی کرتے ہیں اس لئے اگر جاوید ان کی صحبت میں رہا تو اور زیادہ مہذب ہو جائے گا۔ اور نثری اور شعری ادب پڑھے گا۔ اور ایک اثر قبول کرے گا اور یہ ادب اس کے لئے زیادہ مہذب اور شائستہ ہونے کی ضمانت ہوگی۔

اس شعبہ کے سمجھانے کے کچھ عرصہ بعد اسے ایک ایسے ادیب کی تلاش ہوئی جو اس کی اور شاہد کی کہانی ایک ناول کی شکل میں لکھے۔ اس کا خیال تھا کہ دو دوستوں کی یہ عجیب و غریب کہانی دنیا کا سب سے بڑا افسانوی ادب ہے۔

مگر یہ کہانی تو ابھی نامکمل تھی۔ شاہد جیل میں تھا۔ شیریں کا انجام معلوم نہ تھا۔ صرف یہ پہلو کہ جاوید نے شراب پینا چھوڑ دی کوئی افسانوی تکمیل نہیں ہے۔ یہ مکمل افسانہ اس وقت بنے گا جب قصرِ شیریں بن کر تیار ہو جائے گا

ایک ادیب نے یہ سارا واقعہ سننے کے بعد کہا۔ قصر شیریں کی بنیاد پڑ چکی ہے اور اب اسے تعمیر ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

کیسے؟ جاوید نے بڑے اشتیاق سے سوال کیا۔

دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ جو بھی جہاں قطرہ کو ترسایا جاتا ہے وہ وہاں ڈوبا ہوا ملتا ہے۔ شاہد کے لئے قصر شیریں کی تعمیر ناگزیر ہے مگر اس کے پاس دولت نہیں ہے۔ اس کے اختیار میں کاغذ پر ایک نقشہ بنانا تھا۔ وہ اس نے بنا دیا۔ زمین پر عمارت کھڑی کرنا اور بات ہے۔ دولت سے بھی زیادہ ایک اور بڑی چیز ہے اور وہ ہے اس کے پاس۔

مثلاً

"خیال" اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ۔ اس کے آگے دولت کی کتاب ماند ہو سکتی ہے۔ کسی بھی بڑے کام کے لئے خیال محرک ہوتا ہے۔ دولت نہیں۔

جاوید نے سوچا کہ شاہد اسی پختہ ارادہ کا مالک ہے۔ وہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے وہی کر دکھاتا ہے۔ خود اس کے ساتھ شاہد نے دوستی کا دم بھرا اور اسے ثابت کر دیا۔ آج کی دنیا میں بہت کم لوگ قول کے دھنی ہیں۔ جاوید کو یقین ہو گیا کہ قصر شیریں ضرور تیار ہوگا۔

جاوید نے ادیبوں اور شاعروں سے استفادہ کیا اور اپنی قابلیت بڑھائی۔ یہ اس پر انھیں کی صحبت کا اثر تھا کہ وہ روز بروز شاہد کے خلوص اور انسانیت کا قائل ہو گیا تھا۔ ایک اچھے دوست

کو اس نے کھو دیا تھا۔ وہ اپنے کو اس قابل بھی نہ سمجھتا تھا کہ جیل میں جا کر شاہد سے معافی مانگے۔ وہ اس کے سامنے کس منہ سے جائے گا۔ کیا یہ کہہ دینا کافی ہوگا۔۔۔ "شاہد مجھے معاف کر دو" کیا اس کے گناہ کا کوئی کفارہ ممکن ہے؟ اگر دنیا میں انصاف ہوتا تو شاہد کی جگہ اسے ہونا چاہیئے تھا۔ اور جب اس دنیا میں انقلاب آئے گا تو کیا حالات نہیں بدلیں گے؟ وہ دن دور نہیں جب برائیوں کو اچھائیوں کے سامنے سر نگوں ہونا پڑے گا۔ جاوید کے دل میں اس قسم کے خیالات پیدا ہوتے تھے اور وہ پریشان رہا کرتا تھا۔

اس نے اپنے آپ کو جیل کے لئے آمادہ کیا۔ اگر شاہد نے اُسے معاف کر دیا تو اس پر سے ایک بوجھ اتر جائے گا۔ مگر سوال معافی سے زیادہ اس جسارت کا تھا جو بحیثیت ایک مجرم کے وہ اپنے میں نہیں پاتا تھا۔ ایک حقیر آدمی کا ایک بہت بڑے آدمی کے سامنے جانا ہی اصل کام ہے۔ مگر وہ جائے گا کچھ بھی ہو۔ مگر وہ یہ رسم تو ضرور ادا کرے گا کہ شاہد کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو اور اس سے معافی کی درخواست کرے۔

ایک دن جاوید نے اس ادیب سے اس بارے میں رائے لی۔

میں نے جو واقعہ آپ کو سنایا تھا وہ سچا ہے۔ وہ شخص میری وجہ سے جیل گیا۔ جس کے ہاتھوں آگے چل کر قصر شیریں بنے گا۔ میں اس سے مل کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ کیا وہ مجھے معاف کر

دیں گے ؟

ادیب نے واقعات کی پوری تفصیل سننے کے بعد جواب دیا وہ آپ کو پہلے ہی معاف کر چکے ہیں ۔ آپ کے جانے یا نہ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔

میرا یہ خیال نہیں ہے کہ انھوں نے مجھے معاف کر دیا ہے آپ یہ کس طرح کہتے ہیں ؟

اگر یہ ان کا ارادہ نہ ہوتا تو وہ جرم کا اقبال نہ کرتے ۔

اس ادیب جاوید کو ہر طرح سے اطمینان دلا دیا ۔ شاہد نے آپ کو معاف کر دیا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس احساس کی شدت آپ کو چین نہ لینے دے ۔

پانچواں باب

شیریں بہت دنوں تک مضمحل اور پریشان رہی ۔ جب اسے شاہد کی گرفتاری کا علم ہوا تو اس نے یہ بات دفتر میں کسی کو نہیں بتائی مگر تھوڑے ہی دنوں بعد فرم کے نام ایک سرکاری پروانہ آگیا ۔ جس میں پوری تفصیل درج تھی اور اس میں یہ بھی لکھا

تھا کہ شاہد کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائے ۔ اس سرکاری پروانہ کے آنے پر سب کو پتہ چل گیا ۔ مگر شیریں انجان بنی رہی ۔ اس نے یہ ظاہر کیا کہ جیسے اسے کچھ بھی پتہ نہیں ہے ۔

دفتر کے ماحول میں اس قسم کا کوئی بھی واقعہ بہت زیادہ اہمیت اختیار نہیں کرتا اس لئے بات جلد ہی رفع دفع کر دی گئی ۔ مگر یہ واقعہ شیریں کے لئے اہم تھا ۔ یا پھر اس کی ایک اور سہیلی ممتاز کے لیے جو اسی دفتر میں اسٹینو کی حیثیت سے ملازمہ تھی ۔ وہ یہ خبر سنتے ہی دوڑی دوڑی شیریں کے پاس آئی اور اس کے ٹائپ رائٹر پر ہاتھ رکھ کر بولی ۔

سارے دفتر میں یہ کیا افواہ پھیلی ہوئی ہے ۔ کچھ تم نے بھی سنا ؟

نہیں مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ۔ شیریں نے ایسا مغموم چہرہ بنایا جیسے اسے کچھ بھی معلوم نہیں ہے ۔

شاہد جیل میں ہے ۔

اڑتی ہوئی یہ خبر میں نے بھی سنی تھی ۔ شیریں نے اقبال کیا اور پھر ٹائپ رائٹر چلانے لگی ۔

خدا کے لئے شیریں ۔ کچھ دیر کام نہ کرو ۔ اور میری بات سنو کام کرنے کے لئے سارا دن پڑا ہے ۔

کہو میں سن رہی ہوں ۔ یہ بڑا ضروری ڈی ۔ او ہے ابھی جانا ہے ۔

لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہی ہوگا ۔ شاہد کی خالی میز دیکھ کر

کئی دفعہ یہ خیال آیا کہ تم سے پوچھوں ۔ مگر پھر بھول گئی ۔

شیریں نے کوئی جواب نہیں دیا اور برابر ٹائپ کرتی رہی ۔ ممتاز کو اس کی اس حرکت پر غصہ آ گیا ۔

اب اگر ٹائپ رائٹر پر انگلیاں پڑیں تو مشین اٹھا کر باہر پھینک دوں گی ۔

مگر میں کیا کر سکتی ہوں ۔ میرے کچھ اختیار میں ہے ۔

کچھ روز ان کا سوگ منائیں ۔ دفتر سے چھٹی لے کر گھر چلی جائیں یہ تو اختیار میں تھا تمہارے ؟

واہ ۔ ایسا کرتی تو پتہ کہیں تھا ۔ انھیں بھی معلوم ہو جاتا ۔

کیا ؟

یہی کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ۔

میں پوچھتی ہوں تمہارا دل کیسے مانا ؟ یا پھر یہ کہو کہ محبت کے سارے دعوے جھوٹے تھے ۔

وعدے سب سچے تھے مگر بدنامی کرانے سے فائدہ ؟

اگر نہیں بتانا چاہتی ہو تو ویسے کہہ دو میں چلی جاؤں ۔ میں تمہاری دوست ہوں دشمن نہیں ہوں ۔

میں نے کبھی تم سے کوئی بات چھپائی ہے ؟

اچھا پکڑے کس لئے گئے ۔ یہ بتاؤ ۔ ممتاز ہمراز بن کر پوچھنے لگی کسی سے کہو گی تو نہیں ۔ ؟

آج تک تمہاری کوئی بات ایسی جھوٹی جو تم نے مجھ سے کہی ہو ؟

بہت بری حرکت کرتے ہوئے پکڑے گئے ۔ شیریں کے لہجہ میں غم و غصہ دونوں شامل تھے ۔ مجھے بڑا افسوس ہے ممتاز ۔ اور میں ان سے ناراض بھی ہوں ۔

وہ بات کیا تھی یہ بتاؤ ۔

شراب کے نشہ میں کسی لڑکی کو چھیڑ رہا تھا ۔ پولیس اور محلہ والوں نے گھر پر چڑھائی کی اور پکڑے گئے ۔ یہ میں نے سنا ہے

شراب پی کر لڑکی کو چھیڑ رہا تھا ۔ ممتاز نے شک و شبہ کے ساتھ بات دہرائی ۔ مجھے یقین نہیں ہے ۔ یہ الزام تراشا گیا ہے ۔ شاہد ایسے نہیں تھے ۔

مگر میری بہن ۔ شیریں حقیقت پسند بن کر بولی چور وہ نہیں ہے جو چوری کرے بلکہ وہ ہے جو پکڑا جائے ۔

تو پھر یہ کہو ۔

مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے انھوں نے شراب پی یا نہیں پی لڑکی کو چھیڑا یا نہیں چھیڑا ۔ وہ پکڑے ایسے الزام میں گئے ۔ دنیا شاہد کو عمر بھر ایک بدمعاش اور لوفر کے نام سے یاد کرے گی ۔

ہاں ۔ میں سچ کہتی ہوں ۔

مجھے تو حقیقت بھی معلوم ہے مگر یہ کس سے کہوں ۔

حقیقت کیا ہے ۔ ؟

یہ حرکت اُن کے ایک دوست کی ہے ۔ جو انھیں کے یہاں رہتا
تھا۔ موا شرابی کبابی ۔ مجھے بھی ملا تھا ایک دن اسی حالت میں ۔
تمہیں یقین ہے ؟
کیا مطلب ؟
میرا مطلب یہ کہ صحبت میں لوگ بگڑ بھی تو جاتے ہیں ۔ کیا معلوم
ایک بُرے آدمی کے ساتھ رہ کر خود بھی برے ہو گئے ہوں ۔
ہو سکتا ہے ۔ اس لئے میں نے ان کا خیال دل سے نکال دیا ۔
اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو ایک بُرے آدمی کو اپنے یہاں رکھا کیوں
یہ الزام ان پر سے کون میٹ سکتا ہے ۔ اس الزام کو مٹنے کے لئے
ایک زمانہ چاہیے ۔ ممتاز نے شیریں کی تائید کی اور بیٹھی ہوئی افسوس
کرتی رہی بیگم شاہد نے اپنے گھر میں ایسے آدمی کو رکھا کیوں ؟
رفاقت کا وعدہ کر چکے تھے ۔ شیریں طنزاً بولی ۔ اس زعم میں اس
کا نام بھی زبان پر نہیں آیا ہوگا ۔ بھلا اس حماقت کا بھی کوئی علاج ہے ؟
خود اپنی زندگی خراب کر ڈالی اس کا کیا بگڑا ! اور ہاں ممتاز کو
ایک دم سے یاد آگیا ۔ تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ رفاقت کہاں گئی ۔ ؟
کچھ اور باتیں کرو ممتاز ۔ میرا دل پھٹا جا رہا ہے ۔
اچھا مجھے ایک بات اور بتادو ۔ اور وہ یہ کہ اب تم نے سوچا کیا ہے ؟
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ شیریں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا
اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئی ۔

ملے ہوئے کمرے سے گھنٹی کی آواز سنائی دی اور شیریں ڈی ۔ او
صاحب کے کمرے میں جانے لگی ممتاز نے چلتے چلاتے پھر ایک سوال کیا
ان سے کیسی نبٹ رہی ہے آج کل ؟ اس کا اشارہ اس کے صاحب
کی طرف تھا جس نے شیریں کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی تھی ۔
شیریں ہنسی ۔ ابھی تک پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔
میں نے اپنے والے کو صاف جواب دے دیا ۔ ممتاز کہنے لگی ۔ رکھے
یا نکال دے ۔
اس گفتگو کے بعد شیریں صاحب کے کمرہ میں اور ممتاز اپنے
کمرے میں چلی گئی ۔

چھٹا باب

جاوید اور شاہد کی ملاقات بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی ۔
جیل کا جو عملہ اسوقت موجود تھا وہ ایک مجرم اور بے گناہ میں تمیز
نہ کر سکا ۔ جاوید جس وقت شاہد کے سامنے پہونچا تو اس کا سر جھک
گیا ۔ بلکہ شاہد جو سر جھکائے بیٹھا تھا اس نے نظریں اٹھائیں ۔ اور

اپنے دوست سے بغل گیر ہونے کے لئے آگے بڑھا۔

او۔ وہ بڑی ہمت سے بولا۔ تم نے ایک بار پھر مجھے اس قابل سمجھا کہ میرے پاس آئے۔ میں تمہارا کس زبان سے شکریہ ادا کروں شاہد۔ جاوید کی زبان پر یہ نام بڑی مشکل سے آیا۔ آج میں دُنیا کا ٹھکرایا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں۔ میرے پاس گھر ہے۔ دولت ہے۔ والدین ہیں۔ مگر مجھے دنیا نے اپنے اندر سے نکال کر باہر پھینک دیا ہے۔ بتاؤ میں کہاں جاؤں۔

شاہد ہنسا۔ میں اس دنیا میں نہیں ہوں جس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ورنہ تمہاری ضرور مدد کرتا۔

تم مجھے معاف کر سکتے ہو؟

تم نے شراب پینا چھوڑ دی؟ بجائے جواب دینے کے شاہد نے سوال کیا۔

ہاں۔

جوا کھیلنا چھوڑ دیا؟

ہاں۔

لڑکیوں کو چھیڑنا؟

شاہد۔ مجھے ان تمام پچھلی باتوں کو یاد کرکے تکلیف ہوتی ہے۔ مجھ سے ایسے سوالات نہ کرو۔

تم اپنے گھر میں ہو؟

ہاں۔

اپنے والدین کے ساتھ۔

ہاں۔

اگر یہ سب سچ ہے تو تم مجھ سے ناحق معافی مانگنے آئے۔ میرا جو مقصد تھا وہ تم نے پورا کیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میری زندگی رائگاں ہو جاتی مگر تمہاری اپنی تکلیف کا کیا مداوا ہے۔ جاوید پوچھنے لگا۔ کیا تم صرف اسی لئے زندہ ہو کہ دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھو۔

ان باتوں کو ختم کرو جاوید۔ میں اپنی بیکار زندگی کی کیا تشریح لے کر تمہارے سامنے بیٹھوں۔ تم میرے پاس تھوڑی دیر کے لئے آئے ہو۔ یہ وقت سوال وجواب میں نہیں ضائع ہوگا۔ مجھ سے اچھی اچھی باتیں کرو۔ ایک قیدی اندھا اور بہرا ہوتا ہے۔ مجھے بتاؤ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے ملک نے کتنی ترقی کی۔ کس نے کیا کہا اور اس پر کس طرح عمل کیا گیا۔

جاوید پاگلوں کی طرح چلّایا۔ تم کہتے ہو کہ میں یہ باتیں نہ کروں۔ تمہارے کہنے پر مجھے خیال آیا کہ میں نے تم سے کیا چھینا ہے۔ تمہاری آزادی۔ تمہاری سماعت۔ تمہاری بینائی۔ تم یہ بھی منع کرتے ہو کہ میں تم سے معافی بھی نہ مانگوں۔

شاہد ہنسا۔ اس کا انداز اس قسم کا تھا جیسے وہ کسی بچے سے باتیں کر رہا ہو۔ وہ اس کے سامنے وہ شکوہ لے کر بیٹھا کہ اس کا جو

اس کے بعد پھر کبھی شیریں کو دیکھا؟

شاہد کی تمام مجبوری اس جملہ میں پنہاں تھی۔ جاوید نے شیریں کو پھر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے خیال آیا کہ اسے شیریں سے ملنے کے بعد یہاں آنا چاہیے تھا۔

میں اب شیریں سے جاکر ملوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کو پھر کبھی نہ دیکھ سکا۔ وہ مجھے ملے تو میں اس سے کیا کہوں؟ میں اس کا خطاوار ہوں۔ اس سے کہنا کہ شاہد تمہیں بھولا نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ وہ تمہارے لئے قصر شیریں کی بنیاد کا غدیر بنا کر رہ گیا۔

شاہد۔ جاوید نے پہلی دفعہ شاہد کے سامنے اسے پکارا۔ اس کے ذہن میں ادیب کے کہے ہوئے وہ الفاظ گونج اٹھے "قصر شیریں کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔

کس نے کہا۔

تم نے۔ جاوید نے پہلی دفعہ شاہد کے سامنے بڑے ادب سے مسکرانے کی کوشش کی۔ یہ ایک بہت بڑے اور ہونہار ادیب کے الفاظ ہیں۔ جنھیں میں دہرا رہا ہوں۔ اسے جب میں نے تمہارا قصہ سنایا تو اس نے یہی کہا۔

تم نے اسے میرا قصہ کیوں سنایا؟

میں تم پر ایک کتاب لکھوانا چاہتا تھا۔ اس کا نام قصر شیریں

حشر ہوا ہے اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ جب وہ پوری طرح برباد ہو چکا تو اب معافی کس بات کی۔؟

شاہد اگر ایسا کرتا تو اس میں اور ایک عام انسان میں فرق ہی کیا ہوتا جاوید اپنے ان ہی خیالات کے ساتھ جیل بھی گیا تھا۔ وہ معافی مانگے گا تو شاہد حقارت سے اپنا منہ پھیر لے گا۔ وہ سر بلند ہو کر کہے گا۔ دیکھو تم نے کیا کیا اور میں نے کیا کیا۔ مگر وہ تو شاہد کی زبان سے تعجب خیز باتیں سن رہا تھا۔ نہ اس کا سر بلند تھا نہ اس کے ہونٹوں پر کوئی شکایت تھی۔ نہ اس کے لفظوں میں نفرت تھی۔ شاہد نے دبی زبان سے صرف اتنا کہا

مجھے تم سے ایک شکایت ہے جاوید اور وہ یہ کہ تم نے مجھے سمجھنے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ یہ بتاؤ میرے محلہ کا کیا حال ہے وہاں کے لوگ کیسے ہیں۔ میرا گھر اپنی جگہ پر ہے یا نذر زمانہ ہو گیا۔

سب کچھ ویسا ہی ہے شاہد۔ تمہارا محلہ۔ وہاں کے لوگ تمہارا گھر۔ میں اب تمہارے گھر کو اپنی نگرانی میں لے لوں گا۔ دنیا تباہ ہو رہی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس میں سے تم جیسے چند اچھے آدمی نکال کر باہر پھینک دیئے گئے ہیں۔

میرے فرم کا کیا حال ہے۔ جس میں میں کام کرتا تھا۔

ترقی کر رہا ہے۔

ہوتا میں نے یہی چاہا تھا کہ جو کام تم چھوڑ کر چلے گئے ہو ۔ میں تمہاری طرف سے اس کا عذر پبلک کے سامنے پیش کر دوں ۔ مگر اس نے مجھے یقین دلایا کہ قصر شیریں بنے گا ۔ یہ افسانہ بھی اسی وقت مکمل ہوگا جب قصر شیریں بن کر تیار ہو جائے ۔

شاہد ہنسنے لگا ۔ میرا کوئی افسانہ نہیں ہے ۔ میرے دوست ۔ تم خواہ مخواہ ایک معمولی سی بات کو اس قدر اہمیت کیوں دیتے ہو ۔ ؟

تمہارا کیا خیال ہے ۔ تمہاری زندگی کے حالات اس کتاب میں ہوں گے ۔ ؟

تم یہ یقین دنیا کو کس طرح دلا سکو گے کہ میں بے گناہ تھا ۔ یہ عقدہ کتاب لکھنے سے حل نہیں ہوگا ۔ دنیا کو میرے بارے میں ایک ہی بات یاد ہوگی اور وہ یہ کہ میں نے شراب پی کر بدمستی کی اور مجھے سزا دی گئی ۔ شیریں نے بھی یہی سمجھا ہوگا ؟

میں اسے صحیح حالات بتا دوں گا ۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی کہ یہ قصور میرا تھا جس کی سزا شاہد بھگت رہا ہے ۔

تم ایسا مت کہنا جاوید ۔ شاہد نے اسے منع کیا ۔ دنیا ایسی منطق کو قبول نہیں کرے گی ۔ میرے بارے میں جو افسانہ مشہور ہو چکا ہے اسے یوں ہی رہنے دو ۔ دنیا میں یہی ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا ۔

شاہد نے بیٹھے بیٹھے ایک ٹھنڈی سانس لی ۔ ملاقات کا مختصر سا وقت ختم ہو گیا ۔ سنتری نے اندر آکر جاوید کو بتایا ۔

آدھا منٹ اور رہ گیا ہے ۔ جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ لو ۔

سنتری کے اس اعلان کے بعد دونوں نے حسرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ۔ اس بے بسی کو کوئی کیسے سمجھ سکتا ہے ۔

کہ جاوید اس دنیا میں پھر واپس جا رہا تھا جو شاہد کے لئے تنگ ہو چکی تھی ۔ وہ دنیا جہاں شیریں زندہ تھی اور جس سے متعلق شاہد کے احساسات ابھی مردہ نہیں ہوئے تھے ۔ وہ آدھا منٹ خاموشی میں گذر گیا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے ۔

جاوید جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ۔

مجھ سے کچھ اور کہنا چاہتے ہو شاہد ۔

نہیں ۔ جو کچھ میں نے کہا ہے شاید یہ بھی مجھے نہیں کہنا چاہیئے تھا ۔

تم جاؤ ۔ خدا حافظ ۔ مجھے جب کبھی رہائی نصیب ہوگی ۔ میں تم سے آکر ملوں گا ۔

جاوید نے کچھ کہنا چاہا مگر سنتری نے اسے بولنے کی اجازت نہیں دی ۔ اس نے شاہد کو دیکھا ۔ قید خانہ کی دیواروں پر نظر ڈالی اور گردن جھکائے ہوئے باہر لوٹ آیا ۔

ساتواں باب

شیریں اور جاوید کی ملاقات بالکل اتفاقیہ ہوئی ۔ پکچر ہاؤس سے نکلتے ہوئے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پہچاننے کی کوشش کی ۔ شیریں کے ساتھ کوئی اور نوجوان بھی تھا ۔ جسے جاوید نے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ پھر بھی وہ اس سے ملنے کے لئے لپکا ۔

معاف کیجئے گا آپ نے مجھے پہچانا ؟ جاوید قریب پہونچکر بولا اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو آپ کا نام غالباً مس شیریں ہے ۔ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ مجھے دوسری بار معاف کریں ۔

جی ہاں میرا نام یہی ہے ۔ شیریں نے بے رخی سے جواب دیا اور اپنے ساتھی کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا گویا اُسے یہ مداخلت ناگوار گذری ہے ۔ فرمائیے آپ کو مجھ سے کیا کام ہے ؟

آپنے شاید مجھے پہچانا نہیں ۔ جاوید نے ہنس کر بے تکلف ہونے کی کوشش کی ۔

مس اس طرح راستہ چلتے لوگوں کو نہیں پہچانتی ۔

میرے پاس آپ کے لئے ایک ضروری پیغام تھا ۔

شیریں سمجھ گئی ۔ اس نے جاوید کو شاید پہچان بھی گئی تھی ۔ مگر وہ اپنے ساتھی کی وجہ سے کترا رہی تھی ۔ یہ نیا آدمی کون تھا اس کا لحاظ کے بغیر جاوید کا شیریں کو ٹوکنا مناسب نہ تھا مگر بات اس کے منہ سے نکل چکی تھی ۔ اس نے اپنی بات رکھنے کے لیۓ پھر کہا

اگر کوئی ہرج نہ ہو تو آپ دونوں شیزن میں میرے ساتھ چلیں — اور اتنا کہنے کے بعد اس نے دونوں کو اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی ۔

نوجوان بظاہر ہنس مکھ اور ملنسار نظر آیا ۔ اس نے سبقت کی اور شیریں سے پہلے گاڑی کے اندر چلا گیا ۔ مجبوراً شیریں کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑا ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ نوجوان شیریں کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتا ہو جس کی پیش کش جاوید نے کر دی تھی ۔

گاڑی اسٹارٹ ہو کر چلی تو جاوید نے نوجوان کو اپنے سے متعارف کرایا ۔

میں جاوید ہوں ۔ میرے والد امام حسن ہیں ۔

اتنا کہنا بہت کافی تھا ۔ شیخ امام حسن اپنی کاروباری حیثیت سے اس طرح مشہور تھے جیسے سندیلے کا لڈو ۔ یہ سنتے ہی نوجوان کا انداز یکسر بدل گیا اور اس نے خود ہی جاوید سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی ۔

آپ نے اپنا نام کیا بتایا؟ شیریں پوچھنے لگی۔

جاوید۔

کون جاوید۔؟

شاہد کا دوست

کون شاہد؟ نوجوان نے دریافت کیا۔

مس شیریں کے فرم کا اسسٹنٹ انجینئر جو آج کل یہاں نہیں ہے اور جس نے کہا تھا کہ اگر مس شیریں سے میری کبھی ملاقات ہو تو میں ان سے اس کا سلام کہہ دوں۔

وعلیکم سلام۔ شیریں نے جواباً کہا اور ہنسنے لگی۔

شیزان آنے سے پہلے ہی سب آپس میں اس حد تک بے تکلف ہو گئے تھے کہ اب پہلے جیسا تناؤ کسی میں نہ تھا۔ جاوید کی شخصیت اب نوجوان کے اور شیریں دونوں کے لئے قابل توجہ تھی۔

شاہد آپ کو کہاں ملے تھے؟ شیریں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

جہاں وہ ہیں میں ان سے ملنے گیا تھا۔ وہ اپنے فرم اور ان سب کو جو کبھی ان کے ساتھ کام کرتے تھے بہت یاد کرتے ہیں۔

ہم سب بھی ان کو یاد کرتے ہیں۔ آپ پھر کبھی وہاں جائیں تو میری طرف سے اتنا ضرور کہہ دیں۔

شاہد صاحب۔ تبدیل ہو کر کہیں چلے گئے؟ نوجوان پوچھنے لگا۔

جی ہاں۔ جاوید نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہیں، اور یہ عقلمندی شیریں نے کی مرضی کے مطابق تھی۔ وہ جاوید کو آنکھوں ہی آنکھوں میں داد دینے لگی۔

شیزان کے کمپاؤنڈ میں جاوید نے گاڑی پارک کی اور تینوں اس خوبصورت ریسٹورنٹ کے اندر چلے گئے۔ چائے کے دور کے ساتھ گفتگو شروع ہوئی۔

آپ کی تعریف؟ جاوید نے نوجوان کی طرف اشارہ کر کے شیریں سے سوال کیا۔

یہ بغیر تعریف کے ہیں۔ ویسے ان کا نام ریاض ہے۔ شیریں اتنا کہہ کر ہنسی جس سے پتہ چلتا تھا کہ ان دونوں میں کافی بے تکلفی ہے۔

جس طرح آپ نے اپنا تعارف کرایا ہے۔ میں بھی اپنا تعارف آپ سے خود کرائے دیتا ہوں۔ میں پائلٹ ہوں۔ عاشق بدنام کی طرح کبھی ایک ملک میں نہیں ٹکتا۔ آج یہاں تو کل کہیں اور مس شیریں کا یہ کہنا کہ میں بغیر کسی تعریف کے ہوں غالباً ٹھیک ہی ہے۔

انٹرنیشنل انسان ہیں آپ۔ جاوید نے مذاقاً کہا۔ آپ کی مختلف تعریفیں مختلف ملکوں کے لحاظ سے ہو سکتی ہیں۔ بقول شخصے جیسا دیس ویسا بھیس۔

جی ہاں۔ نوجوان جاوید کی اس تشریح پر جھینپ سا گیا۔ شیریں

نے پھر آنکھوں میں جاوید کی ذہانت کی داد دی۔

نوجوان بیٹھا ہوا چائے سے شغل کرتا رہا صرف شیریں اور جاوید آپس
میں ہم کلام تھے۔

آپ مجھے اچھی طرح پہچان گئیں۔؟

میں نے آپ کو اسی وقت پہچان لیا تھا۔

میں بہت شرمندہ ہوں مس شیریں۔ میں صرف اتنا کہنے کے
لئے نہ معلوم کب سے آپ کی تلاش میں تھا۔

آپ نے شاید سے کیا کہا؟ شیریں سنجیدہ بن گئی بغیر یہ سوچے ہوئے
کہ وہ کس کے ساتھ ہے۔

میں نے ان سے سب کچھ کہہ دیا۔ جاوید نے سارے واقعات
اس طرح دہرائے جن کو نوجوان سمجھنے سے قاصر تھا۔ مگر شاید سے مگر
کوئی بات نہیں مانی اور مجھے خالی ہاتھ واپس کر دیا۔ اس لئے
گذارش آج آپ سے پھر دہرا رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔

شیریں وہاں کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی۔ نوجوان پائلٹ اور
اس کی ملاقات ابھی ابتدائی منزل میں تھی مگر یہی ابتدا انتہا ہو جاتی
ہے۔ یہ اس نے سوچا اور بند بند لفظوں میں جاوید سے گفتگو کر رہی تھی
آپ کو جو کہنا ہے انھیں سے پھر کہیے گا۔ برا یا بھلا جو کچھ ہوا اُن کے
ساتھ ہوا۔ مجھ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ST-72

میں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ یہ میں ہی [illegible]

مگر انھوں نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کی خبر کسی کو نہیں ہے۔

کیا کوئی خاص واقعہ پیش آگیا؟ نوجوان چائے پیتے پیتے بول پڑا۔

نہیں۔ خاص و عام واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔

جاوید نے بات کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ٹالنا چاہا۔ آپ نے
رکھی ہوئی چیزوں میں سے کچھ کھائی نہیں۔ صرف چائے پی رہے
ہیں۔

آپ دونوں کی باتیں سن رہا ہوں۔ نوجوان نے معنی خیز نظروں
سے دونوں کی طرف دیکھا۔

مگر ہماری باتوں میں آپ کے مطلب کی کوئی بات نہ ہو جس
کا مجھے سخت افسوس ہے۔

کوئی بات نہیں آپ اپنا سلسلہ جاری رکھیں۔

نوجوان کے اس کہنے پر شیریں بالکل خاموش ہو گئی وہ
اپنے ساتھی کو خواہ مخواہ بدظن کرنا نہیں چاہتی تھی۔ جاوید نے بھی اس
کے انداز کو پایا اور باتوں کا رخ پھیرتے ہوئے بولا۔

آپ کو شاید علم ہو کہ مجھے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔

جی ہاں۔ شیریں بولی۔ بعد میں تو پھر مجھے آپ کے بارے میں
سب کچھ ہی معلوم ہو گیا تھا۔

میں نے ڈرنک بھی چھوڑ دی۔

آپ نے بہت اچھا کیا۔

ریاض صاحب ۔ وہ اخلاقاً نوجوان کی طرف مخاطب ہوگیا ۔ آج آپ مجھے بالکل بدلی ہوئی شکل میں دیکھ رہے ہیں ۔ میں اب بالکل مختلف انسان ہوں ۔ اس لئے آپ کو مجھ پر شک نہیں کرنا چاہیے ۔

کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا حق پہونچتا ہے ۔ نوجوان نے دریافت کیا ۔

مجھے نہیں معلوم ۔ اب دونوں کی ملاقات کی نوعیت کا مجھے کوئی علم نہیں ہے ۔ اس لئے میں اپنی پوزیشن صاف کرنا چاہتا ہوں آپ سیٹھ ہیں اور دنیا کا سفر کرتے ہیں اس لئے آپ کی نظر بھی بلند ہوگی ۔

اب میں بات کی تہہ تک بہت آسانی سے پہنچ گیا ہوں ۔ مس شیریں میری گرل فرینڈ ہیں ان کے حالات سے مجھے بھی دلچسپی ہونی چاہیے ۔ مگر آپ کوئی غلط اندازہ نہ لگائیں ۔

میں گذری ہوئی باتوں کو پیچھے چھوڑ کر بہت آگے بڑھ جاتا ہوں میرے سامنے کیا ہے یہ دیکھتا ہوں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا ۔ دنیا کی سیاحت نے مجھے یہی سبق دیا ہے ۔ نوجوان بولا تو پتہ چلا کہ وہ زندگی کے معاملات میں کچھ تجربہ بھی رکھتا ہے ۔ مس شیریں سے اُسے جس حد تک دلچسپی تھی اس سے بھی کم اس کے حالات سے تھی ۔ اسے وہیں بیٹھے بیٹھے کسی اور ملک کی شیریں یاد آنے لگی تھی ۔ اس پاکستانی

شیریں کو یہ غلط فہمی تھی کہ اس کے سامنے کسی ولائیتی شیریں کا چراغ نہیں جلے گا ۔ مگر اس انٹرنیشنل کو کون کے دل کی بات کو کوئی کیا جانے کہ وہ کس ملک میں جوئے شیریں لائے گا ۔ وہ برابر اس انداز سے بیٹھا ہوا ہنستا رہا ۔ جیسے اُسے اس قسم کے واقعات سے اتنی دلچسپی نہیں کہ وہ اس کے سامنے دہرائے تک جا سکیں ۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر جاوید نے پھر گفتگو کی کڑی سے کڑی ملائی ۔

اب مجھے شاید ہی زندگی میں کبھی چین نصیب ہو شیریں ۔

کیا ؟ وہ بے دلی کے ساتھ بولی ۔ آپ کے پاس دولت ہے جو چین آپ چاہیں گے وہ آپ کو مل جائے گا ۔

یہ محض لوگوں کا خیال ہے کہ دولت سے چین بھی خریدا جا سکتا ہے ۔ جاوید نے ایک اونچی سانس لی ۔ شراب چھوڑنے کے بعد یوں تو مجھے سب کچھ مل گیا ۔ گھر، والدین مگر وہ چین ہی نہ ملا جس کی مجھے تلاش تھی ۔

اچھا ۔ نوجوان نے شیریں کی طرف دیکھ کر جاوید کو پھر لقمہ دیا میں سمجھتا تھا جس چیز کی آپ کو تلاش تھی وہ آج آپ کو مل گئی ۔

اس مذاق پر دونوں ہنس پڑے ۔ شیریں نے بھی ہنسنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی ۔ اب اس کا دماغ یہ سوچنے میں مصروف تھا کہ ان دونوں میں مقابلتاً کون سا بہتر رہے گا ۔ جاوید جو مقامی آدمی تھا یا پائلٹ جس کے مزاج سے ابھی تک شیریں واقف نہ تھی

گفتگو کا سلسلہ اب دونوں کے درمیان چل پڑا اور وہ خاموش بیٹھی رہی۔ شاہد اس کی نظروں کے سامنے نہیں تھا۔

جس کشتی پر وہ سوار تھی اس کے ناخدا کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ایسی کشتی جو ساحل پر جا لگے یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ ایک ساحل کے بعد دوسرا ساحل دوسرے کے بعد تیسرا۔ شیریں کو خود یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کا حشر کیا ہوگا۔

کشتی بہتی ہوئی خود بخود اس ساحل کی طرف چل پڑی جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا یہ صرف بہاؤ کی بات تھی کہ شیریں کا دماغ پرانی یادوں کی طرف منتقل ہوگیا۔ وہ شاہد کو دل ہی دل میں یاد کرنے لگی۔

دنیا میں وہی ایک ایسے تھے جن پر وہ بھروسہ کرسکتی تھی۔ باقی اور لوگ تو مسافر ہیں۔ آئے ملے اور چلتے بنے۔ انھیں پرانی یادوں کے جھرمٹ میں جب اس نے منہ ڈال کر جھانکا تو اس کی نظروں کے سامنے اور بہت سے نقش ابھر آئے۔ بہت دور "قصر شیریں" بھی دکھائی دیا۔ بیٹھے بیٹھے اس نے ایک خواب دیکھا۔ اور اس سے چونک پڑی۔ شیزان کے باوردی بہرے اس کے سامنے دوڑ دوڑ کر کھانے پینے کی چیزیں میزوں پر آراستہ کر رہے تھے۔ اس عرصہ میں جاوید اور اس نوجوان کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اس نے نہیں سنا۔ اس نے کانوں میں کہیں دور سے یہ آواز آرہی تھی۔

سامنے کی یہ تین کھڑکیاں سمندر کی طرف کھلیں گی۔ یہاں ایک خوبصورت سا باغیچہ ہوگا۔ جس میں تمہاری پسند کے پھول لگائے جائیں گے۔ ان پھولوں کے بیچ میں ایک فوارہ ہوگا چاروں طرف سنگ مرمر کی کرسیاں ہوں گی" یہاں ایک چھوٹا سا حمام ہوگا جس میں تم نہایا کروگی"

میں اس محل کا نام "قصر شیریں" رکھوں گا۔ کاغذ کے اس ٹکڑے پر آئی ہوئی بہار جب زمین کی طرف چلے تو بیچ بیچ ایک چھوٹی سی جنت بن جائے گی۔ جس میں ہم دونوں رہا کریں گے"

آج اس خیالی جنت کو دوزخ میں تبدیل ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔

جاوید بیرے کو بل دینے کے بعد اٹھا تو شیریں کو یہ احساس ہوا کہ وہ کہاں ہے۔

آپ کہاں جائیں گی؟ جاوید نے شیریں سے پوچھا۔

گھر

اور آپ اس نے نوجوان سے دریافت کیا

میں شاپنگ کروں گا۔ نوجوان نے جواب دیا۔ آپ مس شیریں کو۔ چھوڑتے ہوئے چلے جائیں۔

چلئے۔ جاوید نے شیریں کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسی بہانہ آپ کا گھر بھی دیکھ لوں گا۔

آٹھواں باب

انسان ہمیشہ اپنے حالات کا طابع رہا ہے۔ شیریں نے کچھ دنوں تک شاہد کی یاد کو تازہ رکھا مگر پھر رفتہ رفتہ اس کے حالات بدلنا شروع ہو گئے۔ شیریں جوان تھی اور یکہ تنہا رہ کر شاہد کے خیال میں دنیا کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ پھر جب اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے جذبات اور خلوص کی کوئی قدر بھی نہیں ہے تو اسے اپنا ارادہ بدلنا پڑا..... جس زمانہ کا یہ ذکر ہے ان دنوں میں شیریں کے دل سے شاہد کی یاد بظاہر ختم سی ہو چکی تھی۔ اگر وہ دل کے کسی کونے میں باقی بھی تھی تو اس کا کسی کو علم نہ تھا۔ ممتاز تک کو شیریں کی اس تبدیلی پر تعجب تھا۔ مگر وہ خاموش تھی۔

ایک دن جب یہ سہیلیاں پھر جب اکٹھی ہوئیں تو ممتاز نے اسے چھیڑا۔

بیگم صاحبہ یہ آج کل کس کی گاڑی پر آ جا رہی ہیں آپ ؟

شیریں ان دنوں کسی کی گاڑی پر دفتر آتی تھی تو پھر گاڑی اُسے

لے بھی جاتی تھی مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ خبر دفتر میں بھی پھیل چکی ہے۔ اس لئے کہ لانے والا شیریں کو کچھ فاصلہ پر اتار کر اپنی گاڑی واپس لے جایا کرتا تھا۔ ممتاز کی زبانی یہ بات سن کر اسے تعجب ہوا۔

میں تو گیارہ نمبر کی بس پر آتی ہوں۔ اُسے تم گاڑی کہہ لو۔

جس نے دیکھا نہ ہو اس سے چھپاؤ یہ بات۔ ممتاز نے ہنس کر کہا پھاٹک سے کچھ پہلے ہر روز ایک بڑی گاڑی آ کر کھڑی ہوتی ہے تم اس سے اترتی ہو اور وہ گاڑی واپس چلی جاتی ہے۔ اسی طرح تم واپس بھی جاتی ہو۔ میں اپنی کھڑکی کے سامنے بیٹھی ہوئی سب دیکھا کرتی ہوں۔

تمہیں شک ہوا ہو گا ممتاز۔

مجھے میری آنکھیں دھوکا نہیں دیتیں۔ تم نہ بتانا چاہو یہ اور بات ہے۔

الزام لگانا تو کوئی تم سے سیکھ لے۔ بڑی آفت کی پرکالہ ہو۔

تم بھی کچھ کم نہیں ہو شیریں۔ نہ بتاؤ مگر یہ بات تو ایک دن عام ہو گی ہی۔ تو آج ایک ہفتہ سے تاک جھانک لگائے ہوئے ہوں۔ اگر غلط ہے تو کھا جاؤ اپنی جوانی کی قسم۔

ارے واہ خواہ مخواہ بلی کو چھیچھڑوں کا خواب۔

شیریں کے بار بار انکار کرنے پر ممتاز نے اُسے اسے سمجھانے چاہا

کی کوشش کی میرا یہ مطلب تھا کہ پھر کوئی روگ نہ لگا لینا اپنی جان کو۔ ایک پر مر چکی ہو دوسرے پر مرنا نہ شروع کر دینا۔ تمہیں میں جانتی ہوں کسی نے بات کی اور تم اس کی لیلیٰ بن گئیں۔

دونوں لنچ کے وقت دفتر کے ایک اکیلے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں باقی اور لوگ جا چکے تھے۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا تھا۔ ممتاز نے اسے یقین دلایا کہ اس کا راز اب راز نہیں رہا۔ اس لئے وہ ہر بات صاف صاف بتا دے۔ وہ اس کی دوست ہے دشمن نہیں ہے۔

تمہیں خوش کرنے کے لئے جھوٹ موٹ کہہ دوں۔ مگر اس سے کیا فائدہ؟۔ بھلا میری ایسی قسمت کہاں ہے کہ مجھے کوئی اپنی گاڑی پر بٹھا کر لائے۔

قسمت کو پلٹا کھاتے دیر تھوڑی لگتی ہے؟

خواہ مخواہ قسمت کو پلٹا کھاتے بھی اچھا نہیں لگتا۔ اگر کوئی ایسی بات نہ ہوتی تو میں ضرور بتا دیتی۔

خیر جانے دو۔ ممتاز نے اس محبت سے گھبرا کر کہا۔ یہ بات اتنی اہم نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو۔

شیریں خاموش رہی تاکہ یہ موضوع ختم ہو جائے۔ مگر اس کی سہیلی کو کسی طرح قرار نہ تھا۔ ممتاز بھی جوان تھی اس کے سینہ میں جذبات بھی تھے مگر آج تک اس کی طرف کسی نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ کیا سارے چاہنے والے شیریں ہی کی قسمت میں لکھ گئے ہیں؟ وہ یہ سوچ کر اور زیادہ بے چین ہو گئی اور اُسے پہلی مرتبہ شیریں سے اختلاف پیدا ہوا۔ شاہد کی پسند پر اس نے صبر کر لیا تھا۔ اس کی حیثیت ایسی نہ تھی جو ممتاز کے دل میں انتقام کی آگ سلگاتی مگر یہ شخص جس کے پاس بڑی گاڑی تھی اور جو روز شیریں کو چھوڑنے آتا تھا اس کے لئے ایک سوال بن گیا۔ وہ بہر حال یہ بھید لے کر رہے گی۔ اس نے طے کر لیا۔

کہو تو کل وہیں آ کر کھڑی ہو جاؤں جہاں تمہاری گاڑی آ کر ٹھہرتی ہے یہ معلوم کرنے کے لئے تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ شیریں نے برا مان کر پوچھا۔

میں چاہے پوچھتے پوچھتے مر جاؤں مگر تم انکار کئے جانا ــــــ

اچھا یہ تو بتاؤ کہ مسٹر جاوید کون ہیں۔؟

کون جاوید؟ شیریں گھبرائی۔

کل تمہارے لئے ان کا فون آیا تھا۔

تمہیں کیسے معلوم؟

آپریٹر نے غلطی سے مجھے ملا دیا۔

شیریں بڑی مشکل میں پڑ گئی۔ نہ معلوم جاوید سے اس نے کیا کیا باتیں کی ہوں؟ وہ سوچنے لگی۔ جاوید کا فون آپریٹر نے ممتاز کو کیسے دے دیا؟ اس میں بھی کوئی شرارت معلوم ہوتی ہے۔

ہو سکتا ہے ممتاز سب کچھ معلوم کرنے کے بعد اس کے پاس آئی ہو؟ مگر اس وقت جاوید کے وجود سے بھی اسے انکار ہی کرتے بن پڑا۔

میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتی۔

مگر وہ تو تمہیں شام کا پروگرام بتا رہا تھا۔ پرسوں تم نے کسی کے ساتھ پکچر جانے کا وعدہ کیا تھا؟

سارے الزام آج ہی تھوپ دینا مجھ پر۔ کل کے لئے کچھ نہ اٹھا رکھنا۔

چوری اور سینہ زوری۔ سوال یہ ہے کہ ان کی آنکھ کان پہ یقین کروں کہ تمہاری زبان پہ۔۔؟

ممتاز نے بڑی عقیدت سے شیریں کے سامنے قسم کھائی۔

اگر کسی سے ذکر کردوں تو میری زبان جل جائے۔ اب بتادو ورنہ ہماری تمہاری دوستی ختم۔

ناراض ہوگئیں۔۔؟

یہ آخر کون سی ادا ہے کہ ہم سے بھی باتیں چھپا رہی ہیں۔۔؟

اچھا وعدہ کرو۔ کسی سے کہو گی تو نہیں؟ ۔۔ شیریں خود بخود رام ہوگئی۔

توبہ کرو۔ تمہاری کوئی بات آج تک کسی پر ظاہر ہوئی ہے؟

شیریں نے بڑے رازدارانہ طریقہ پر اسے بتایا۔ وہ مارے

خوشی کے جھوم سی گئی۔ جب اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ اتنے قیمتی الفاظ وہ اتنی آسانی سے کہنے کے لئے تیار نہ تھی مگر ممتاز نے اسے مجبور کردیا تھا۔ اس نے کہا۔

وہ تمہارے ہونے والے دولھا بھائی ہیں۔ انھیں کی وہ گاڑی ہے جس پر تم مجھے دیکھتی ہو۔

انکل راضی ہوگئے؟

ہاں

شادی کب ہو رہی ہے۔

دوسروں کے ہاتھ کی بات میں کیا بتاؤں۔ شیریں شرما گئی۔ شاید جلد ہی ہو جائے۔ اس کے چہرے پر دلہنوں جیسا وقار قائم ہوگیا۔ اور ممتاز نے دیکھا کہ اس کے دل کی مرجھائی کلی پھر سے تروتازہ ہو چکی ہے۔ اس نے اپنے طور پر شاہد کے بارے میں بھی سوچا۔ نہ معلوم وہ غریب کس حال میں ہوگا؟ جس نے شیریں کے لئے دنیا بیچ دی۔ اس نے اپنی سہیلی کے اس ولولہ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ شیریں بغیر کسی احساس کے ممتاز کو جاوید کے بارے میں کچھ بتاتی رہی۔

میری ان کی ایک دن کی ملاقات اتنا بڑا افسانہ بن گئی۔ شاہد کا نام لے کر مجھ سے ملے اور خود شاہد بن گئے۔ دولت والے تھے اس لئے ڈیڈی نے بھی انھیں پسند کرلیا۔

شاہد کا تو اب کبھی خیال بھی دل میں نہ آتا ہوگا۔

ایسا نہیں ہے شیریں نے بتایا۔ ان کی یاد اب بھی آتی ہے۔ محبت کا پہلا سبق کوئی بھولتا ہے جو میں بھول جاتی۔ میں انھیں عمر بھر یاد رکھوں گی۔

مگر اس سے فائدہ۔

میں انھیں بھلا نہیں سکتی۔

یہ سب باتیں کہنے کی ہیں بہن۔ ممتاز اپنے تجربہ کی باتیں ہیں اس دنیا میں کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا۔ دولت خالی خولی محبت کو ختم کر دیتی ہے۔ شاہد بیچارہ نہ آج تمہاری نظر میں ہے نہ کبھی ہوتا۔

تمہارا خیال غلط ہے ممتاز۔ شیریں بڑے وثوق سے کہنے لگی۔ میں اپنے بارے میں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔

بات ختم ہو گئی۔ ممتاز اپنی سہیلی کے پاس سے یہ خیال لے کر اٹھی کہ شاید آج سے ان دونوں کی دوستی بھی ختم ہو چکی۔ وہ اب شیریں سے رسماً ملا کرے گی محبتاً نہیں۔ اس کو ذاتی طور پر شیریں کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ جو سلوک جاوید نے اپنے دوست کے ساتھ روا رکھا وہ حد ملامت آمیز تھا۔ اس نے اپنے دوست سے سب کچھ چھین لیا۔ اس کی عزت۔ اس کا چین و آرام۔ ایک شیریں رہ گئی تھی، اس کو بھی جاوید نے نہ

چھوڑا۔ ممتاز اس سہیلی کی ایک ایک بات سوچنے پر مجبور تھی۔ کیا شیریں نے یہ سب کچھ نہیں کیا؟ جاوید کو برباد کرنے میں اس کا کچھ کم ہاتھ ہے؟ ایک بے قصور کو دونوں نے مل کر مارا تھا۔ شاہد کے پاس صرف یہی ایک سہارہ رہ گیا تھا کہ وہ رہائی کے بعد جب پھر کبھی اس دنیا میں آئے گا تو اسے یہاں شیریں مل جائے گی۔ مگر جاوید نے اس کے لئے ساری دنیا خالی کر دی۔ اب اس کا یہاں کوئی نہ تھا۔ سوچتے سوچتے ممتاز کو شیریں سے نفرت اور شاہد سے پیار ہو گیا۔ انتقام کا وہ جذبہ جو شاہد کے دل میں بھڑکنا چاہئے تھا ممتاز کے دل سے بھڑک اٹھا۔ ممتاز بیٹھی ہوئی نہ معلوم کیا کیا سوچتی رہی۔ مگر خواہ مخواہ وہ اپنا دل کیوں کڑھائے؟ اس لئے اس نے اپنے کو پھر باتوں سے بہلانا چاہا۔

کہاں کہاں سیر کرنے گئے اس طرف؟

پچھلے اتوار کو ہاکس بے گئی تھی۔ انھیں سب کچھ بتانے پر تیار تھی۔ کسی آتش فشاں پہاڑ کے لاوے کی طرح اس کے منہ سے سب کچھ نکلنے کو تیار تھا۔

ہاکس بے گئیں تھیں۔ وہاں ریت اور پانی پر تم نے کتنے گھروندے بنائے۔

شیریں ہنسی۔ باتوں کے بڑے بڑے محل تعمیر ہوئے۔ ان کا خیال ہے میں ہمیشہ خوابوں کی دنیا میں رہنا چاہتی ہوں۔

ممتاز بھی ہنسی۔ حالانکہ اس سے بڑی حقیقت اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم نے ایک اصلیت کے سامنے خواب کو ٹھکرا دیا۔

تم کیا کہنا چاہتی ہو میری سمجھ میں نہیں آتا۔

میں وہی بات کہہ رہی ہوں شیریں جو اس دنیا میں ہوتا آیا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ ایک ایسی بات جو عام طور پر کی جاتی ہے مگر اُس کی سمجھ میں نہیں آتی جو اُسے کرنی ہے۔ میں ایسا کرتی تو میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی۔ خیر چھوڑو تم بتاؤ کہ اور کیا کیا باتیں ہوئیں۔

میں نے ان کے اس الزام کو جھٹلایا شیریں کہنے لگی۔ میں نے بھی یہی کہا کہ میں خوابوں کی دنیا میں بہہ رہی ہوں۔ میرا ایک خواب صرف کاغذ پر پورا ہو کر رہ گیا۔ اور یہ کہہ کر

"قصرِ شیریں کی پوری تفصیل بتائی"۔

میں تمہارا اور ان کا مکالمہ سننا چاہتی ہوں۔ انھوں نے کیا کہا۔ تم نے جواب دیا۔

اللہ توبہ ہے ممتاز۔ شیریں گھبرا اٹھی۔

میں نے ان سے کہا۔

ابھی تک میرا کوئی خواب سچا نہیں ہوا۔ کاغذ کا محل بھی ایک دفعہ بنتے بنتے رہ گیا۔

وہ محل اب میں بنوا دوں گا۔ انھوں نے جواب دیا۔ بلکہ انھوں نے تو کلفٹن کی کوٹھی کو قصرِ شیریں کہہ دیا۔ کہنے لگے تم بھی اس میں

رہا کرو گی۔

لاحول ولاقوۃ۔ یہ سن کر ممتاز اور زیادہ جل بھن کر خاک ہو گئی۔

پھر تم نے کیا جواب دیا؟

میں نے کہا۔ مجھے تو ایسا محل چاہیے جس کے سامنے کی تین کھڑکیاں سمندر کی طرف کھلتی ہوں۔ جس کے باغیچہ میں میری پسند کے پھول ہوں۔ بیچ میں ایک فوارہ ہو۔ چاروں طرف سنگِ مرمر کی کرسیاں ہوں۔ میں نے کہا۔ میرے ذہن میں ایک آئیڈیل گھر کا نقشہ ہے کیا تم بھی میرے لئے ایک ایسا محل بناؤ گے؟

یہ کون سی بڑی بات ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔

ہاں اور کیا۔ ممتاز بیچ میں بول پڑی۔ ایسے لوگوں کے نزدیک محل کو ڈھانا یا بنانا معمولی بات ہوتی ہے۔

میں نے ان سے وعدہ لیا کہ اس محل کا نام قصرِ شیریں ہوگا۔ جو میری آنکھوں کے سامنے اس وقت بھی بنا کھڑا ہے۔ وعدہ کرو کہ تم میرے لئے ایک محل بناؤ گے؟

میں وعدہ کرتا ہوں۔

شاہد بولا وعدہ خلافی تو نہ کرو گے۔؟

نہیں۔ کہو تو کل ہی سے اس کی تعمیر شروع کر دوں۔

غرض کہ اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر ہم دونوں گھر لوٹ آئے۔ مبارک ہو۔ ممتاز کہتے ہوئے اٹھی۔ کچھ شاہد کے بارے میں

بھی سنا۔ زندہ ہیں یا۔ ممتاز رک گئی اور اس کے منہ سے وہ برے الفاظ نہیں نکلے۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ عدالت نے انھیں بری کر دیا ہے۔ اور وہ دفتر میں پھر کام کرنا شروع کر دیں گے۔

جب کوئی الزام ہی ثابت نہیں ہوا تو انھیں فرم کیوں نکالنے لگا۔ محنتی ہیں۔ لائق ہیں۔ میں نے بھی یہی سنا ہے اس لئے تم سے پوچھا۔ کیا کہیں ملاقات ہوئی تھی؟

نہیں دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور ان سے معافی بھی مانگنی ہے۔

معافی مانگنے کا منہ ہے؟

کیا ناک تھوڑی کٹوائی ہے میں نے؟

ایسا آدمی چراغ لے کر ڈھونڈتیں تو نہ ملتا۔

مگر میں کیا کرتی جب ڈیڈی تیار نہیں ہیں۔

دونوں کچھ دیر تک اسی طرح لڑتی رہیں۔ پھر یہ لڑائی ختم ہو گئی۔ ممتاز کو آج ایک بہت بڑا سبق ملا کہ شیریں جیسی بھولی بھالی لڑکیاں بھی اپنے اندر ایک انقلاب لئے ہوتی ہیں

نواں باب

شاہد نے واپس آکر اپنی قسمت کا ایک اور فیصلہ سنا۔ آزادی سے پہلے گھر آنے کی جتنی خواہشات امنگیں بنی تھیں انھوں نے دم توڑ دیا۔ اس سے اچھا تو عمر قید تھی۔ ایک خالی گھر کے دروازے کھولنے سے کیا فائدہ جو اب ہمیشہ کے لئے بند رہیں گے۔

سب سے پہلے ممتاز اس سے ملنے آئی۔ دستک سنتے ہی شاہد کو کچھ اور خیال گذرا۔ کبھی شیریں مجھے پہلے اسی طرح دستک دیا کرتی تھی۔ یہ آواز سن کر شاہد کا خیال اس کی طرف چلا گیا ورنہ اسے یقین تھا کہ شیریں اس کے لئے بھولا ہوا خواب ہو چکی تھی۔ اس نے اندر سے دروازے کھولے تو ممتاز اس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

آداب عرض۔ آیئے اندر آیئے۔

تعجب۔ استعجاب اور گھبراہٹ سب نے ایک ساتھ شاہد کو گھیر لیا۔ ممتاز کا آنا خلاف توقع تھا۔

میں نے شیریں سے سنا تھا کہ آپ آگئے ہیں۔ میں نے سوچا آپ

سے چل کر مل آؤں۔

مہربانی۔

آپ کو خیال بھی نہ ہوگا کہ میں اس طرح آپ کے گھر آسکتی ہوں۔

جی ہاں۔ مگر آپ کو اس طرح آ جانے سے میں بہت خوش ہوا کم از کم آپ کو اتنا تو خیال آیا۔

اچھا ممتاز چلنے لگی۔ آپ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ اور کیا ہونا چاہیئے تھا، وہ دراصل آئی بھی اسی غرض سے تھی کہ شاہد کا رنج وغم دور کرے۔ دونوں نے ایک زبان ہو کر شیریں کو برا بھلا کہا۔ قاعدہ ہے جب دو ہم خیال ملتے ہیں تو غم مٹ جاتا ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ اس موضوع پر کس طرح آیا جائے۔

مجھے آپ سے بڑی ہمدردی ہو گئی ہے شاہد صاحب۔ آپ یہاں نہیں تھے کہ ہم دونوں آپ ہی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

خوب۔ شاہد نے شیریں کے ذکر سے بچنے کے لئے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ممتاز کو غلط آئینہ میں دیکھ لیا۔ وہ سمجھا کہ اس کی زندگی پر طنز کرنے آئی ہے۔ یا اس کے خوابوں کا مذاق اڑانا چاہتی ہے۔ ممتاز کی سمجھ میں یہ بات شاہد کی سمجھ سے آئی جو دکھا چکا تھا۔ اس نے فوراً ہی شاہد کے دل سے یہ خیال نکالنا چاہا۔

میں آپ کے لئے بری بنی میں نے شیریں سے لڑائی کر لی۔

کیوں؟۔

وہ اپنی شادی کس خوشی میں رچا رہی ہے۔

وہ ذکر آ ہی گیا جس سے شاہد بچنا چاہتا تھا۔ مگر وہ ممتاز کو اس سوال کا کیا جواب دیتا۔ وہ جواب ضرور دیتا اگر کوئی سننے والا ہوتا۔ مشکل تو یہی ہے کہ دنیا سوال پوچھتی ہے مگر اس کا صحیح جواب سننا نہیں چاہتی۔ شاہد کو پس و پیش ہوا اور ایک معمولی سا جواب دے کر اس نے بات ٹالنا چاہی۔

آپ اگر شادی میں شریک ہوں تو شیریں کو میری طرف سے بھی مبارکباد دے دیجیئے گا۔

آپ شرکت نہیں کریں گے۔؟

معلوم نہیں۔ ان کے گھر کے لوگ مجھے بلاتے بھی ہیں یا نہیں۔

شاہد نے اس طرح بات کی اہمیت کو کم کرنا چاہا مگر وہ اپنے اس گھاؤ کو چھپانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اس کے چہرہ پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا جسے ممتاز دیکھ رہی تھی۔ وہ بولی۔

میں آپ کی طرف سے تو مبارکباد تو بعد میں دوں گی۔ پہلے آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔

مجھے کس بات کی مبارکباد مل رہی ہے۔

اتنے بڑے غم کو برداشت کرنے کے لئے کوئی اور ہوتا تو اب تک پاگل ہو چکا ہوتا۔ مجھے شیریں سے یہ توقع نہ تھی تو آپ کیسے کرتے؟

شاہد نے ہنسنے کی ناکام کوشش کی ۔ اس نے پھر بات بنانے کے لئے کوئی ایسی بات سوچی جسے ممتاز بھی تسلیم کر لے ۔ اس لئے کہ وہ جانتی تھی کہ قصر شیریں کا نقشہ اس کے سامنے کھینچا گیا تھا ۔

ہمارے درمیان اس قسم کا عہد و پیمان تھا کہ ہماری محبت شادی کا مطالبہ نہ کرے گی وہ محبت ہمارے دلوں میں شاید آج بھی ہو مگر شادی کے لئے شیریں کے والد کبھی تیار نہ تھے ۔ مجھے ہمیشہ سے معلوم تھا کہ شیریں کی شادی میرے ساتھ نہیں ہوگی ۔

آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی شادی آپ کے دشمن کے ساتھ ہوگی ۔

جاوید میرا دشمن نہیں ہے ۔

اُسے آپ اپنا دوست بھی نہیں کہہ سکتے ۔ وہ آپ کے پیچھے شیریں سے ملا ۔ اُسے ورغلاتا رہا اور کامیاب ہوگیا ۔ غم یہ نہیں ہے کہ شیریں کی شادی بجائے آپ کے جاوید کے ساتھ ہو رہی ہے ۔ بلکہ یہ کہ شیریں کی زندگی برباد ہو رہی ہے ۔ جاوید اچھا آدمی نہیں ثابت ہو سکتی ۔

یہ آپ کو کیسے معلوم ؟

مجھے معلوم ہے ۔ اچھا آدمی یہ کبھی نہیں کر سکتا جو جاوید نے کیا ۔

جو چیز میں حاصل نہیں کر سکتا تھا ۔ اسے کوئی بھی حاصل کر لے اس سے کیا فرق پڑتا ہے ؟ دونوں راضی ہوگئے اور اپنا گھر آباد کر رہے

ہیں اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے ۔

ممتاز بیٹھی ہوئی یہ باتیں سن رہی تھی اور تعجب کر رہی تھی ۔ شاہد کس قسم کا آدمی ہے ۔ کوئی اور ہوتا تو اپنے ایسے دوست کو قتل کر دیتا ۔ تاکہ وہ اس کی حمایت میں بول رہا ہے ۔ مگر وہ ان مصلحت آمیز لفظوں کا مطلب سمجھ رہی تھی ۔ شاہد بات بڑھانے کے حق میں نہ تھا ۔ اس میں اتنی طاقت تھی کہ وہ اتنی بڑی چوٹ کو بھی سہہ لے ۔ انسان اپنی قوت برداشت کے بل سب کچھ کرتا ہے وہ دل ہی دل میں شاہد کو داد دینے لگی ۔

اگر آپ کو بلایا گیا تو آپ شادی میں چلیں گے ۔ ؟ ضرور ۔

کس دل سے ؟

جس دل سے میں نے آج تک سب کچھ کیا ۔ شاہد خود اپنی بے بسی کا اندازہ لگا کر ہنس دیا ۔ میں جل کس دل سے گیا ؟ میں نے کس دل سے دوسروں کے الزام اپنے سر لئے اور انھیں معاف کرتا رہا ۔ میرا دل عجیب و غریب ہے ممتاز آپ اس کو نہیں سمجھ پائیں گی ۔

میں واقعی نہیں سمجھی ۔ اگر کچھ سمجھی بھی ہوں تو فوراً اپنا خیال بدلنا پڑتا ہے ۔

چھوڑو اس قصہ کو ۔ شاہد اپنے مطلب کی بات سن کر بولا تم مجھے دفتر کا حال سناؤ ۔ وہاں کیا ہو رہا ہے ۔ لوگ کس حال میں ہیں ۔

آپ کا انتظار ہو رہا ہے ۔

میں کل سے پرسوں تک اپنا چارج لے لوں گا۔ پھر تم میرے پاس آیا کرنا۔ ہم مدتوں بیٹھ کر باتیں کیا کریں گے

وہاں شیریں سے نہیں ملیں گے آپ؟

تم نے ایک بات ختم کر کے پھر شروع کر دی۔ وہ اخلاقاً مسکرا دیا حالانکہ ممتاز کی یہ بات اسے بہت ناگوار گزری تھی۔ ہم اپنی محفل میں غیروں کو کیوں شریک کریں وہ مسکراتے ہوئے ہنس بھی دیا۔ تاکہ ممتاز برا نہ مانے۔

مجھے بڑا شک ہے شاہد صاحب۔

کیا؟

کہ شیریں کو آپ اس طرح فراموش کریں گے۔ ممکن ہے آپ کوشش کریں مگر آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

شام رات میں ڈھلنا شروع ہو گئی۔ شاہد نے بجائے جواب دینے کے اوپر آسمان کی طرف دیکھا۔ پرندے اپنے آشیانوں کی طرف اڑتے ہوئے چلے جا رہے تھے اور تاروں کا جال آسمان پر پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ شاہد چاہتا تھا کہ رات سے پہلے ممتاز چلی جائے مگر وہ ابھی بیٹھنا چاہتی تھی۔

آپ شیریں سے ملیں گے؟

مل لوں گا اگر انہیں خود کوئی اعتراض نہ ہو۔

آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟

نہیں۔

پھر تو شیریں بڑی خوش قسمت ٹھہری۔ اس نے شادی بھی کی اور آپ کو بھی خوش رکھا۔

جی ہاں۔ آپ کو یہ سن کر خوش ہونا چاہیئے۔

مجھے کیوں خوش ہونا چاہیئے۔

اس لئے کہ وہ آپ کی سہیلی ہیں۔

میں ایسی لڑکی کو اپنی سہیلی نہیں کہتی۔ مجھے اب اس کے پاس جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جس نظر سے آپ جاوید کو دیکھتے ہیں میں شیریں کو دیکھتی ہوں۔

مگر شیریں نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا۔

نہ پہونچایا ہو۔ مگر وہ ایک گھٹیا لڑکی ہے۔ اس نے محبت کو ذلیل کیا۔ وعدہ خلافی کی۔ وہ بے وفا ہے۔

شاہد ہنسا اسے ممتاز کے یہ معصوم جذبات پسند آئے لیکن ساتھ ہی وہ عقلمند ہے۔ یہ آپ کہنا بھول گئیں۔ وہ جذبات سے نہیں کھیلی بلکہ اپنے والدین کی مرضی پر چلی آپ اگر اس کی جگہ پر ہوتیں تو کیا کرتیں؟

میں اپنی جان دے دیتی۔

آپ شیریں سے بھی یہی چاہتی تھیں؟

جی ہاں۔

آپ نے اس سے کبھی یہ نہیں کہا کہ اپنی جان دے دو۔
جی نہیں۔ یہ باتیں کہی کب جاتی ہیں؟
ممکن ہے انھیں یہ معلوم ہی نہ ہو کہ ان معاملات میں جان
دینی چاہیے۔ یقین کیجئے۔ مس ممتاز وہ ان باتوں کو سمجھنے کے لئے
ابھی بہت معصوم ہیں۔
وہ تو دودھ پیتی بچی ہیں آپ کے نزدیک۔ ممتاز کو یہ بات
بری لگ گئی۔ مجھے کیا ہے جتنی چاہیے ناز برداریاں کریں آپ
ان کی۔ میں تو آپ کی وجہ سے ان سے لڑ پڑی۔
اس لئے میں نے پہلے ہی آپ کا شکریہ ادا کر دیا۔
آپ کے نزدیک جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہے؟
آپ اپنے ایک ہی سوال کو بار بار دہرا رہی ہیں مس ممتاز۔
میں آپ کو مختلف جواب کیسے دے سکتا ہوں۔ شیریں نے مجھے کیوں
ٹھکرا دیا مجھے نہیں معلوم۔ میں یہاں نہیں تھا اس لئے مجھے کسی چیز
کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہے۔
مجھے معلوم ہے۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور
کانوں سے سنا ہے۔
مگر میں کسی چیز کو دیکھے یا سنے بغیر اس کے بارے میں کیسے ضبط
کر سکتا ہوں؟
آپ کو میرا یقین نہیں ہے۔

جب یقین ہو جائے گا اس وقت ممکن ہے میری بھی یہی حالت
ہو جو آپ کی ہے۔
آپ کو یقین نہیں ہے کہ ان کی شادی جاوید کے ساتھ ہو رہی
ہے۔
یا وہ اب جاوید سے محبت کرنے لگی ہیں؟
مجھے یقین ہے۔
یا انھوں نے اکثر شامیں سمندر کے کنارے۔ باکس بے میں
گذاریں؟
مجھے یقین ہے۔
یا وہ جاوید سے ملنے کا ایک ایک دن گن رہی ہیں؟
مجھے یقین ہے۔ اور؟
بس۔ ممتاز تھک کر بولی جب ساری باتوں پر آپ کو یقین ہے
تو پھر میں اس کے آگے کیا کہوں۔
آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟
میں چاہتی ہوں آپ اپنا بدلہ لیں۔
شاہد نے سوچا کہ وہ کس کی حمایت کر رہی ہے۔ اس کی یا
شیریں کی؟ دراصل اس کو تکلیف کس سے پہونچی ہے اس سے یا
شیریں سے۔ وہ کہنے لگا۔
آپ چاہتی ہیں کہ میں بدلہ لے کر اپنے سارے کئے دھرے

قربانی پھر دوں، تاکہ آج شیریں کو بُرا کہہ رہی ہیں تو کل مجھے بھی کہنے لگیں؟ اگر میں ایسا کر گذروں تو پھر مجھ میں اور شیریں میں فرق ہی کیا رہا۔ اس طرح تو وہ محبت جو ان کا موضوع ہے اور زیادہ بدنام ہو جائے گی۔ لوگ اور زیادہ اس لفظ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ پھر جو کچھ گذرتا ہے گذر جانے دیجئے۔ طوفان کو گذر جانے دیا جاتا ہے انھیں روکا نہیں جاتا۔

ممتاز بیٹھی ہوئی سنتی رہی۔ شاہد کی یہ بات غلط نہ تھی کہ کسی اُٹھے ہوئے طوفان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ ۔ آندھی کے سامنے چراغ کا جلنا کیا معنی؟ مگر یہ اٹھی ہوئی آندھی ایک دن ختم ہو گی، اور پھر پھیلی ہوئی تاریکی میں چراغ اپنی روشنی دکھائے گا۔ رات کی سیاہی اور زیادہ پھیل گئی۔ شاہد نے اٹھ کر اپنے کمرے کا بلب روشن کیا۔ اسوقت بھی اندھیرے کا روشنی میں بدلنا بڑا معنی خیز تھا۔ ممتاز کچھ دیر اور بیٹھی سوچتی رہی۔ اس عرصہ میں شاہد نے بھی اس کے خیالات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ وہ کچھ کہے ہوئے اُٹھی اور جانے لگی۔ جاتے ہوئے اس کے قدموں میں لغزش سی تھی۔ شاہد نے اسے ٹوک دیا۔

مس ممتاز۔

جی اس نے پیچھے دیکھا اور شاہد کے چہرہ پر نظریں گاڑ دیں

آپ جا رہی ہیں!

جی ہاں۔ مجھے کافی دیر ہو گئی۔

اپنے کہے ہوئے الفاظ بھی واپس لئے جا رہی ہو یا انھیں چھوڑے جا رہی ہو؟

مجھے نہیں معلوم مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اگر وہ الفاظ آپ کے کام کے نہ ہوں تو مجھے لوٹا دیں۔

نہیں۔ میں انھیں اپنے پاس رکھوں گا۔ شاہد بولا۔ وہ وقت بھی شاید آئے گا جب تمہارے الفاظ میرے کام آئیں میں تمہارا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تمہاری انسانیت اور محبت کا۔

ممتاز نے کوئی جواب نہیں دیا اور شاہد کے کمرہ سے باہر نکل گئی۔

دسواں باب

شیریں نے شاہد کو خط لکھا۔ ممتاز وہ لفافہ لئے ہوئے شاہد کے کمرہ میں آئی اور وہ ڈر گیا کہ ہمیشہ کی طرح اسے پھر ممتاز کے ساتھ سارا وقت برباد کرنا پڑے گا۔ وہ ان دنوں بری

طرح اپنے کام میں منہمک تھا ۔ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کو سہارا دینے کے لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ کام سے کسی وقت اپنا سر نہ اٹھائے ۔ یہ مشغولیت ان دلی تکلیفوں سے ایک طرح کا فرار تھی جو اس کے سینے میں کانٹے بن کر چبھا کرتی تھیں ۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے اس درد میں کوئی بھی شریک ہو۔ ممتاز نے بڑے آداب سے اس کے سامنے لفافہ پیش کیا ۔ وہ اس انتظار میں اس کی میز کی قریب کھڑی رہی کہ وہ خط پڑھنا شروع کر دے اور ممتاز اس کے تاثرات کا اندازہ لگا کر شیریں کو کچھ بتا سکے ۔ مگر اس نے لفافہ کی طرف نظر تک نہیں کی ۔

آپ کے نام یہ بڑا ضروری خط ہے ۔ ممتاز کو بالآخر کہنا پڑا ۔

میز پر چھوڑ دو ۔ جب مجھے فرصت ملے گی پڑھ لوں گا ۔

یہ خط شیریں کا ہے ۔

پھر تو اس کے لئے اور زیادہ فرصت چاہیئے ۔ میں اس وقت ایک ضروری نقشہ بنا رہا ہوں ۔ اگر اسے چھوڑ دوں گا تو سارا حساب غلط ہو جائے گا ۔

ممتاز وہ خط چھوڑ کر کمرہ سے باہر نکلی اور شاہد نے لفافہ چاک کر کے خط پڑھنا شروع کر دیا ۔ لکھا تھا ۔

شاہد تم پر لاکھوں سلام ۔

جب کسی طرح تمہارے پاس آنے کی ہمت نہ پڑی تو تمہیں

خط لکھنے بیٹھی ہوں اور اس وقت بھی میرے اضطراب کا یہ عالم ہے کہ مجھے وہ الفاظ لکھنا نہیں آ رہا ہے جنھیں پڑھ کر تم میری خطا معاف کر دو ۔ وہ الفاظ بھی مجھ سے زمانہ کی طرح خفا ہیں جو مجھ کو تم سے معافی دلا سکتے ۔

معلوم نہیں تم نے واپس آ کر حالات کو کس روشنی میں دیکھا ۔ تم کو اس پلٹے ہوئے زمانہ سے شکایت پیدا ہوئی یا مجھ سے ؟ میں مجبور تھی ۔ زمانہ نہیں تھا ۔ یہ جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری جاوید اور میرے والد پر آتی ہے جن کے دلوں میں کبھی تمہارا کوئی خیال نہ تھا ۔

جاوید تمہارے بھیجے ہوئے میرے پاس آئے تھے ۔ پھر برابر آتے رہے ۔ میں نے اس عرصہ میں کئی بار تمہیں اپنی مدد کے لئے پکارا ۔ جب میرے خیالات بدلنا شروع ہوئے اور آہستہ آہستہ میں خود بھی بدلنے لگی ۔ مگر تم کہاں تھے ۔ جو ایسے وقت میں میری مدد کرتے جو نتیجہ نکلا وہ آج میرا قصور ہے ۔ اور ہم سب کے سامنے ہے ۔

شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے ۔ میں تمہیں بھلا بیٹھی ہوں ۔ اور خوش ہوں جس کی اطلاع تمہیں دیتی ہوں ۔ اس سے وہ تاریخ بھی معلوم کر لینا جو تم سے میری جدائی کے لئے مقرر کی گئی ہے ۔ اور ایک دن پہلے آ کر مجھ سے مل لینا ۔ مجھے معاف کرنے کے لئے نہیں بلکہ مجھے آخری بار دیکھنے کی حسرت کو پورا کرنے کے لئے جو اس تحریر کے پڑھنے تک تمہارے دل میں تڑپی ہے اور جسے میں تم

سے مل کر چھین لوں گی۔

ممتاز کہتی ہے تم نہیں آؤ گے۔ میں کہتی ہوں آؤ گے۔ ہم دونوں میں کون صحیح ہے اسے تم بھی نہیں سمجھ سکتے ہو۔

"تمہاری خطاوار شیریں"

شاہد نے اسی خط کی پشت پر جواب لکھ دیا۔

شیریں خط میں بھی مبارک باد دی جا سکتی تھی مگر وہ رسمی تھی اس لئے خود آکر مبارکباد دوں گا۔

تم نے ٹھیک کہا تھا کہ میں آؤں گا۔ تم بہت سچ بولتی ہو۔ مجھے معلوم ہے۔ ممتاز خط دے کر میرے کمرہ سے جا چکی ہیں۔ وہ مجھ سے تمہارا جواب لینے آئے گی تو ان سے تمہاری شادی کی تاریخ بھی پوچھ لوں گا۔ یہ تم نے اچھا کیا کہ ایک بجلی مجھ پر گرانے کے لئے انھیں بھی دے دی۔ شاہد۔

صرف شاہد لکھتے ہوئے اسے تکلف ہوا۔ مگر وہ بجز اپنے نام کے اور لکھتا بھی کیا؟ وہ اب صرف شاہد تھا۔ کسی اور کا بھی نہیں۔ وہ اپنی جگہ پر اکیلا رہ گیا تھا۔ نہ کسی کی محبت کا طالب نہ مطلوب۔ اس نے اپنے جواب کو دوبارہ پڑھا اور خط کو لفافہ میں بند کر کے دراز میں ڈال دیا۔ ممتاز ہنستی ہوئی پھر شاہد کے کمرے میں داخل ہوئی۔

خط پڑھ لیا آپ نے؟

جی ہاں؟

اس کا جواب؟

یہ لیجئے۔ دراز کھول کر اس نے یہ خط ممتاز کے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے خط کا جواب خط کی پشت پر لکھ دیا ہے۔

میں اسے پڑھ لوں؟

ضرور

وہ کرسی پر بیٹھ گئی اس نے شاہد کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھا۔ وہ جانے لگی تو اس نے شاہد کی طرف غور سے دیکھا۔

اچھا جواب آپ نے دیا۔ مجھے پسند آیا۔

شکریہ۔ مگر اس میں آپ کی بات کا بھی ذکر ہے۔

جی ہاں۔ وہ میں نے پڑھ لیا۔ بقول آپ کے بجلی بھی مجھے گرانا ہے آپ پر۔ ۲۸ جون کو شادی ہو رہی ہے۔

آج سے تیسرے دن؟

جی ہاں۔ آپ کل چلیں میرے ساتھ شیریں کے یہاں۔

بہت اچھا۔

آپ کو شیریں سے واقعی محبت ہے میں مان گئی۔

شکریہ۔

سوائے شکریہ ادا کرنے کے کچھ اور بھی سیکھا آپ نے؟ وہ تنگ آکر بولی۔

ممتاز اسے چھیڑتی رہی اور وہ اپنے کام میں مشغول رہا۔ خط کا

جواب اس نے جلدی میں لکھا تھا۔ اگر اسے فرصت ہوتی تو وہ اور زیادہ خوبصورت جواب دیتا۔ اس سے اچھا کام اور وہ دنیا میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ ابھی تک اس کے مطلب کی ایک ہی بات پوچھی گئی تھی اور وہ بول پڑا تھا اور اسکا یہ انداز ممتاز کو بہت پسند آگیا تھا۔

اتنا مختصر اور اچھا جواب دے کر آپ نے میری بات رکھ لی۔

مگر تم تو چاہتی تھیں کہ میں شیریں کے پاس نہ جاؤں۔

یہ میرا ڈر تھا میں نے ایسا چاہا نہیں۔ میرے ہی کہنے پر آپ اس بے قراری سے بلائے گئے ہیں۔

اچھا۔ یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔

میں نے ہی شیریں کو سمجھایا کہ شاہد سے بغیر معافی مانگے ہوئے تمہارا سسرال چلا جانا کچھ مناسب نہ ہوگا۔

آپ نے بیکار زحمت کی۔ جو چیز میرے پاس نہیں ہے اس کے مانگنے کے لئے آپ نے ان سے بیکار ضد کی۔ وہ مانگ کر شرمندہ ہوں گی۔ میں نہ دے سکوں گا۔

ممتاز کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ پھر شاہد کے الفاظ پر غور کرنے لگی

آپ شیریں کو معاف نہیں کریں گے؟

بعض چیزوں پر انسان کو اختیار نہیں ہوتا۔ میں تو بہت معمولی سا آدمی ہوں۔

تو یہ بات ہے؟ ممتاز حالات پر غور کرنے لگی۔ مگر کہ اس دن

ہوگا جب آپ دونوں کی ملاقات ہوگی۔

کچھ بھی نہیں ہوگا مس ممتاز۔ آپ مجھے کام کرنے دیں۔ دنیا میں ہر روز کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ آپ شیریں کو میرا یہ خط لے جا کر دیں اور ان سے کہدیں کہ وہ میری ملاقات کے لئے تیار رہیں۔

شاہد نے یہ بات تیوریوں پر بل ڈال کر کہی۔ اس کو ممتاز کے بیجا سوالوں پر غصہ آگیا۔ ممتاز ایک اسٹینو تھی اور شیریں کی سہیلی ہونے کی وجہ سے شاہد سے اپنی پوزیشن کا غلط فائدہ اٹھا رہی تھی۔ شاہد کو ایک آفیسر کا لب و لہجہ استعمال کرتے ہوئے شرم آئی۔ مگر وہ مجبور تھا شیریں کو اپنے کمرہ سے نکالنے کی بجائے اس نے لہجہ میں ترشی پیدا کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ ممتاز نے پھر کوئی سوال نہیں کیا اور کمرہ سے باہر نکل گئی۔

گیارہواں باب

اُس دن کو آنا تھا جب شیریں اور شاہد صبح شام کی طرح ملیں۔ جس روز ملاقات کا دن مقرر تھا اس روز ممتاز اس کے گھر پر گاڑی لے کر آئی۔ اور شاہد نے جلدی جلدی کپڑے پہننا شروع کئے۔ ممتاز کے آنے کے بعد سے سارا عرصہ وہ اپنے عجیب و غریب خیالات سے غرق رہا۔ وہ شیریں سے کچھ کہنے کے لئے مناسب الفاظ تلاش کرتا رہا۔ اور ممتاز اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتی رہی۔ اس کا خود کا دماغ بھی کسی نئی اسکیم کے بنانے میں مصروف تھا۔ وہ آج خود بھی شاہد سے کچھ کہنے جا رہی تھی اور اپنے بیان کے اظہار کے لئے پرمذاق الفاظ ڈھونڈ رہی تھی تاکہ اگر بات نہ ہو سکے تو مذاق سمجھ کر ٹال دی جائے۔ شاہد کپڑے پہن کر موٹر پر بیٹھا۔ اس کے لباس میں کوئی اہتمام نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ کپڑے دودھ کی طرح صاف تھے اور ممتاز شادی کا جوڑا پہن کر آئی تھی۔ اور سر سے پاؤں تک عطر میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اس کا سارا وجود ایسی دلفریب خوشبوؤں میں بسا ہوا تھا جو آدمی کو اپنی طرف کھینچتی ہیں دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ملے ملے بیٹھے اور موٹر اسٹارٹ ہو کر چل دیا۔ یہ سبقت خود ممتاز نے کی تھی کہ وہ اس موقع پر شاہد سے بھڑ کر بیٹھے اور اگر ممکن ہو تو اپنی ادائیں دکھائے اس کے دل پر قبضہ کر گئے ممتاز کے تصور میں یہ معاملہ ایسا ہی تھا جیسے کوئی خالی جگہ درخواست دے کر حاصل کی جاتی ہے۔ اور یہ درخواست اس نے عرصہ ہوا لگا رکھی تھی۔

کچھ دور تک کوئی ایک دوسرے سے نہیں بولا۔ اور موٹر کے اندر یہ خاموشی دونوں کو ناگوار گذرنے لگی۔ ممتاز بولی۔

میں آپ کو مکان کے پچھلے حصہ کی طرف لے جاؤں گی۔

شاہد ہنسا کیوں مجھ پر کوئی چوری کا الزام ہے؟

تو اور کیا۔ چوری چھپے یوں ہی ملا جاتا ہے۔ شیریں بھی آپ سے وہیں آ کر ملے گی۔

شاہد کو اس کے گھر اس طرح جانا پسند نہیں آیا۔ یہ بری بات ہے کہ کسی سے ملا بھی جائے اور دنیا سے ڈرا بھی جائے۔ شاہد کہنے لگا۔

مگر آپ کو کوئی دیکھے گا نہیں۔ یہ سارے انتظامات ہو چکے ہیں۔

پھر بھی میں آپ کو ایسی ملاقات کے لئے آمادہ نہیں پاتا۔ آپ یہ نہیں کر سکتیں کہ شیریں کو میرا یہ پیغام پہونچا دیں کہ میں نے انھیں

معاف کر دیا۔ یہ انھیں کا اصرار ہے کہ میں انھیں زبردستی معاف کر دوں جب کہ تیری نظر میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ میں صرف ان کے اطمینان کے لئے ایسا کہہ رہا ہوں۔ میں نے زندگی بھر دوسروں کے اطمینان کے لئے اپنا اطمینان قربان کیا ہے۔

ایسا تو نہ کہئے شاہد صاحب۔ وہ اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جنھیں آپ نے اس قابل نہیں سمجھا۔ وہ بھی اپنا تھوڑا سا اطمینان چاہتے تھے۔

شاہد بھی ممتاز کا یہ اشارہ سمجھ گیا اور اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ ممتاز بولی۔

میں جانتی تھی کہ میں اُمڈے ہوئے طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گی۔ اس لئے خاموش رہی۔ میں نے اس وقت اس خیال سے زبان کھولی ہے کہ شاید وہ طوفان ختم ہو چکا ہو۔

مگر آپ نے اسوقت زبان کھولی جب ...... شاید کچھ کہتے کہتے رک گیا مگر ممتاز کو اب قرار نہیں تھا۔ اس نے شاہد کے ہونٹوں پر بڑی جسارت سے اپنی انگلیاں رکھ دیں۔

"آپ" نہیں مجھے "تم" کہہ کر مخاطب کیا کیجئے۔ اقرار محبت کے بعد یہ تکلف کیسا۔

شاہد ہنسنے لگا۔

کاش تمہاری طرح مجھ میں بھی اقرار کی جرأت ہوتی۔

شیریں کا گھر قریب آگیا تھا۔ فضا میں شہنائی کی آواز پھوٹ نکلی تھی اور ممتاز نے منزل کا اعلان کر دیا تھا۔ وہ ڈرائیور کو ہدایت دینے لگی۔ اس گلے کے پیچھے چلنا، موٹر کچھ دور پہ روک لینا۔

بس بس روک لو۔

موٹر ایک ایسی جگہ رک گیا جو بالکل سنسان تھی۔ ممتاز پیچھے اُتری اور دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔

آپ بیٹھے رہیئے، میں شیریں کو یہیں بلا کر لاتی ہوں۔

وہ اتنا کہہ کر چلی گئی، شاہد پھر اپنے خیالوں میں کھو گیا۔

وہ شیریں سے پہلا لفظ کیا کہے گا؟ ایک لڑکی جس سے وہ محبت کرتا ہے، اُس کے سامنے پرائی دلہن بنکر آرہی ہے۔ مگر وہ طے کر چکا ہے کہ وہ ہر صدمہ کو برداشت کرے گا۔ وہ انسان ہی ہوتے ہیں جو ہر مشکل سے گذر کر ایک مثال قائم کر دیتے ہیں۔

شاہد اکڑ کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ یہ طوفان بھی وہ اپنے اوپر سے گذر جانے دیگا وہ جانتا تھا کہ یہ آندھی کہیں نہ کہیں جا کر ختم ہوگی۔ اور پھر اس کو اپنی طوفان خیزی پہ پچھتانا پڑے گا۔ سامنے سے شیریں آتی ہوئی دکھائی دی، جسے ممتاز نے تنگ گلی میں اپنے آگے کر لیا تھا۔ وہ کسی خیال سے اِدھر اُدھر دیکھتی جا رہی تھی اور ڈر ڈر کر قدم بڑھاتی جاتی تھی۔ ممتاز ایک جگہ ٹھہر گئی اور اس نے شیریں کو آگے بڑھ جانے دیا۔ وہ دھیرے دھیرے موٹر کے قریب آئی، اور دروازہ کھول کر شاہد کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

شاہد اپنی جگہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

شاہد۔ شیریں نے اسے پکارا۔ اسے خود اپنی آواز ایسی
لگی جیسے کہیں دور سے اس کے کانوں میں آئی ہو۔ تم نے اس شکل میں
مجھے پہچان تو لیا ہوگا؟

کس شکل میں؟ شاہد اپنے کو آمادہ کرتا ہوا بولا۔ وہ بڑی مشکل
سے اپنے اوپر قابو حاصل کر سکا تھا۔

اس شکل میں جو میری نہیں ہے۔ جسکا کل کوئی اور مالک ہوگا۔
آج کی رات میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ یہ میری آخری رات
ہے۔ آج کی رات میں تمہاری ہوں۔ آج کی رات میں اپنے گھر کی ہوں
آج کی رات جو تم کہو گے وہی ہوگا۔

آج کون سی رات ہے شاہد نے سوال کیا۔

تم سے ملنے کی رات، تم آج کی رات میرے لیے شہنشاہ ہو۔ میں
تمہارا ہر حکم مانوں گی۔ صبح ہوتے ہی تم میرے لئے غیر ہو جاؤ گے۔

مگر شیریں! شاہد کو آخر کار بولنا ہی پڑا۔ تم سے ساری عمر کا عہد پیماں
تھا۔ ایک رات کا نہیں تھا۔ یہ آج کی رات لے کر کیا کروں گا۔ تمہاری
ساری عمر کا اتنا چھوٹا سا حصہ میرے کس کام کا۔ تم مجھ سے محرومی کی
لذت بھی چھین لینا چاہتی ہو۔

میں جانتی تھی تم مجھے یہی جواب دو گے۔

تم جانتی تھیں۔ پھر بھی تم نے ایک ایسی بات پوچھی جو میرے مزاج

کے خلاف ہے۔ تم چاہتیں تو مجھے ذلیل کرنے کے بجائے اسوقت تھوڑی
سی عزت دے سکتیں تھیں۔

شاہد۔ شیریں زار و قطار رونے لگی۔ میں تمہیں اچھی طرح جانتی
ہوں۔ سوائے میرے یہ دعویٰ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ مگر میں نے یہ سمجھ کر
تمہیں آج کی رات دینا چاہتی کہ تم مجھے بے مروت نہ کہو۔ آج کی رات
ابدی ہے۔ میں ہمیشہ تمہارے پاس رہوں گی۔

آج کی رات کوئی رات نہیں ہے شیریں۔ آج کی رات ایک یادگار
رات ضرور ہے گی، جس کی تنہائیوں میں تم مجھ سے ملیں اور مجھے یہ احساس
دلایا کہ تم مجھے بھولی نہیں ہو۔ میرے لئے اس سے زیادہ اور خوشی کی بات
نہیں ہو سکتی کہ تمہارے دل میں میرا تھوڑا سا خیال باقی رہ گیا ہے میرے
لئے تمہاری یہ چیز بڑی قیمتی ہے۔ جس کا میں عمر بھر تحفظ کروں گا۔ تم مجھے
اچھے نام سے یاد کرتی ہو۔ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیئے۔
—— اور سناؤ شیریں کس حال میں ہو تم؟

شاہد نے شیریں کو بہلایا اور پہلی والی نظر سے دیکھ کر پوچھا۔

زندہ ہوں اور بے حیائی کی زندگی گذار رہی ہوں۔

چھوڑو شیریں۔ شاہد منع کرنے لگا۔ ان باتوں کے کرنے کا بھی وقت آجائیگا
جب زندگی واقعی دو بھر ہو جائے اس وقت یہ باتیں کر لینا۔ تمہارے
گھر شہنائی بج رہی ہے تم بھی اس آواز کے ساتھ ناچو اور گاؤ۔ زندگی
میں خوشی کبھی کبھی نصیب ہوتی ہے۔ وہ جب میسر آجائے تو اس سے

پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

مگر میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم خوش نہیں ہو۔

میں تمہیں دیکھ کر خوش ہوتا۔ سچ پوچھو تو آج یہاں اسی لئے آیا بھی تھا ساری عمر میں میں نے ایک ہی دعا مانگی ہے۔ اور اس وقت یہ دیکھنے آیا تھا کہ وہ قبول ہوئی یا نہیں؟ مگر یہ دیکھ کر میرا دل ٹوٹ گیا کہ تم خوش نہیں ہو۔

شاہد نے اداس شیریں کے ہاتھ ہاتھوں میں لے کر اُسے سمجھانا شروع کیا۔

زندگی میں ایسے حالات پیش آجاتے ہیں۔ میں تم سے شکوہ کر سکتا ہوں مگر ان حالات کو ساز گار نہیں بنا سکتا تھا جو تمہیں پیش آچکے ہیں۔ ایسی حالت میں میری خاموشی اور تمہارا خاموش رہنا زیادہ مناسب ہے۔ یہ وقت جو اتفاق سے میسّر آگیا ہے شاید پھر نصیب نہ ہو اس لئے مجھ سے اچھی اچھی باتیں کرو۔

تمہیں یہ قلق نہیں ہے کہ میں تم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہی ہوں۔؟

فرض کر لو نہیں ہے۔ یہ الزام میں اپنے اوپر لے سکتا ہوں مگر تمہیں رنجیدہ ہونے نہیں دوں گا۔ میں تمہیں اس وقت خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔

شاہد اسے سمجھاتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ شیریں کا یہ غم وقتی ہے

صرف آج کی رات اس کے دل کا مہمان ہے۔ کل سے دنیا بدلی ہوئی ہوگی۔ یہی شیریں اپنی آج کی حالت پر کل ہنسے گی۔ جاوید کی پرتکلف کوٹھی اس کے یہاں کا امیرانہ ساز و سامان اس کی نظر سے آج کی غربت کا نقشہ ختم کر دے گا۔ ایسے غم کو وہ خود کیوں نہ نیست نابود کر دے؟

مجھے کہیں لے چلو شاہد۔ شیریں نے کہا۔

افسوس ہے کہ میں تمہیں کہیں لے کبھی نہیں جا سکتا۔ شاہد اپنے دل پر پتھر رکھ کر بولا۔ یہ غم اس طرح دور نہیں ہوگا۔ اب تم حقیقت سے خوش ہونا سیکھو وہ حقیقت میرے لئے تلخ ہے۔ اور تمہارے لئے تمہارے نام کی طرح شیریں۔ تم میرے لئے پرائی ہو چکی ہو۔ تمہیں اس حقیقت سے خوش ہونا چاہیئے۔ تم کچھ دنوں میں مجھے بھول جاؤ گی یہ دوسری حقیقت ہے جس پر تم خوش ہو سکتی ہو۔ اس وقت کی یہ گھڑی خواب و خیال ہو جائے گی اور یہ حقیقت ہے کہ تم اس وقت کی باتوں کو اپنی بیوقوفی کہہ کر ہنسا کرو گی۔ تو پھر کیوں نہ اسی وقت سے ہنسنا اور خوش ہونا شروع کر دو۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ تم نے جو کچھ سوچا ہے وہ صحیح نکلے؟ مگر ابھی تک یہی ہوا ہے۔ شاہد نے شیریں کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ تم میرے لئے عیش و آرام کی زندگی ختم کر دو۔

یہ نہیں ہو گا کہ تم میرے لئے ایک بڑے گھر کی زینت نہ بنو۔ ایسا نہیں ہو سکتا تم میری خاطر اپنے والد سے بگاڑ لو اور میری ہو جاؤ۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ تم یہی کر سکتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں میرا کہنا مانو شیریں۔ یہ ایک وقتی جذبہ ہے۔ رحم کا۔ اس گئی گذری محبت کا جو کبھی ہم دونوں میں تھی اور جو ہمیں سوائے محرومی کے اور کچھ نہ دے سکی۔

شاہد نہ معلوم اور کیا کیا بکتا چلا جاتا مگر شیریں نے اسے روک دیا۔

میرے ایک سوال کا جواب دو۔

پوچھو۔

تم کو مجھ سے محبت نہیں رہی۔؟

شاہد نے ایک لمحہ سوچا۔ سوال کا جواب آسان نہ تھا جو فوراً دے دیا جاتا۔ وہ نہ اقرار کرنا چاہتا تھا نہ انکار۔ شاہد کی سب سے بڑی کمزوری اس کی محبت ہی نہ تھی۔ مگر شیریں نے یہ سوال کر کے اس کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ اس نے گول مول جواب دینے کی کوشش کی۔

محبت اگر تم سے محبت بھی ہے تو تم اس وقت میری محبت کا امتحان نہیں لو گی۔

کیوں؟ مجھے تم پر شک ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم پر ممتاز

کا جادو چل گیا۔

شاہد نے ہنسنے میں پہل کی اور بڑی دیر تک ہنستا رہا مگر وہ کس دل سے ہنس رہا تھا یہ شیریں کو نہیں معلوم تھا۔ اس نے شیریں کا غم غلط کرنے کی مختلف تدبیریں اختیار کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ شیریں اس کی طرف سے اس قسم کا شک کرنے لگے۔

اگر ایسا ہے تو مجھے صاف بتا دو۔ شیریں نے مطالبہ کیا۔ میری زبان پر بھی تمہارا نام نہیں آئے گا۔

تم مجھ سے یہ بھی کہلوانا چاہتی ہو کہ میں ممتاز سے محبت کرتا ہوں

جو بات کبھی نہ کبھی ظاہر ہو جائے اسے کہہ دینا چاہیے۔

ہم کیوں نہ اس بات کو اس وقت تک کے لئے اٹھا رکھیں جب یہ ظاہر ہو۔

میں ابھی معلوم کروں گی اسی وقت

آج کے بعد پھر کبھی آئندہ ملاقات پر میں تمہیں یہ بات ضرور بتا دوں گا۔

معلوم نہیں پھر ہم دونوں کب ملیں؟۔

وہ دن ضرور آئے گا۔ ممکن ہے جلدی نہ آئے مگر آئے گا ضرور۔ اگر یہ سچ ہے شیریں نے اپنی شیرینی ظاہر کرتے ہوئے کہا تو ممتاز سے شادی کر لو۔

یہ تم کر سکتی تھیں شیریں۔ تم ایک کے بجائے دوسرے سے محبت

بھی کر سکتی ہو۔ اپنے اوپر سب کو اتنا بڑا اختیار نہیں ہوتا۔

میں نے سوائے تمہارے کسی اور سے محبت کی؟ شیریں رو پڑی۔ یہ شادی میری مرضی سے نہیں ہو رہی ہے۔ تم سے جس نے کہا جھوٹ کہا۔

مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ شادی ہو رہی ہے جس پہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اتنا میں بھی جانتا ہوں۔

مگر یہ میرے لئے خوش ہونے کی بات نہیں ہے۔ وہ برابر روتی رہی۔ تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟ تم نے جاوید کو میرے پاس کیوں بھیجا۔؟ اسے یہ کہا تھا وہ تمہارا دوست بن کر مجھے ورغلائے اور سبز باغ دکھاتا پھرے۔ تم نے اس کے لئے ہر بڑی سے بڑی قربانی کیوں دی۔؟ میں نے اسے تمہارا دوست سمجھ کر منہ لگایا۔ میری شادی اس کے ساتھ ہوئی ہے۔ جب سے تم نے رفاقت کا وعدہ کیا تھا۔ تم اپنی اس رفاقت ہی کی وجہ سے آج بھی خاموش ہو۔ مگر مجھ پر طنز کئے جا رہے ہو۔

شیریں۔ شاہد نے اسے سکون دینے کے لئے آواز دی۔ ہم اس طرح کسی نتیجہ پر نہیں پہونچ پائیں گے۔ تمہیں میری اتنی خوشی بھی منظور نہیں ہے کہ اپنی خوشی سے مجھے خوش ہونے کا موقع دو۔

میرے دل پہ کیا گزر رہی ہے یہ تمہیں نہیں معلوم۔

مجھے معلوم ہے جو کچھ تم سوچ رہی ہو اسے مجھ سے بہتر تم نہیں

سمجھ سکتیں۔ تم میرے غم میں شریک ہونا چاہتی ہو مگر میرے غم میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے، وہ غم دائمی ہے، اور اس وقت کی باتوں سے دور نہیں ہوگا۔ میرا غم میرے لئے ایک لذت ہے شیریں اور جسے میں نے بڑی مشکل سے حاصل کیا ہے۔

شاہد کے اس اظہار کے بعد شیریں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اس نے اس کے دل کی اندر کی چھپی مسرت کو پہلے ہی جھانک لیا تھا۔ یہ غم اور محبت کا دعویٰ محض دکھاوا تھا۔ وہ اس طرح شاہد کے ہاتھ میں ایک کھلونا دے کر اسے واپس بھیج دینا چاہتی تھی۔ مگر شاہد کو اس کی یہ بات بری نہیں لگی۔ وہ انسانی کمزوریوں کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہ بولا۔

تمہاری اس تبدیلی کا اگر میں ذمہ دار ہوں تو یہ بتاؤ کہ مجھے کس نے برباد کیا؟

تم اپنے ہاتھوں برباد ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے تم سے کوئی شکایت نہیں کی۔ کوئی کیا کرے یا وہ کیا کر سکتا ہے اگر قسمت پلٹا کھا جائے۔ میرے ساتھ یہی ہوا۔ جو کچھ اب ہوگا اسے برداشت کر لوں گا۔

سامنے سے ممتاز آتی ہوئی دکھائی دی اس کے نزدیک دونوں کی اتنی دیر کی تنہائی کافی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر شیریں سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ ممتاز سے اس نے یہی کہا جب

کی شاہد کو توقع تھی۔

ہم نے مل کر طے کیا ہے کہ یہ زندگی جیسی بھی ہے اسے ہنس کھیل کر گذار دیں گے۔ شاہد کی بھی یہی رائے ہے۔ اور میں بھی اسی نتیجہ پر پہونچی ہوں۔

بارہواں باب

شادی کے بعد پھر کبھی شاہد اور شیریں آپس میں نہیں ملے۔ ممتاز جب کبھی شیریں کا ذکر لے کر آجاتی تھی تو محفل میں بڑی رونق پیدا ہو جاتی۔ شاہد ذرا ذرا سی باتوں کی تفصیل معلوم کرتا اور ممتاز اسے بتاتی۔

دونوں کی امنگیں شباب پر ہیں۔ کسی کو دوسرے کے بغیر قرار نہیں ہے اور اب تو دونوں لندن جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں

ایسی باتیں کرنا ممتاز کا مقصد تھا۔ وہ شاہد کو بتانا چاہتی تھی کہ زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے عملی قدم اٹھائے جاتے ہیں۔ کاغذ پر قصر شیریں بنا کر دل نہیں بہلا جاتا۔

شاہد یہ باتیں سنکر ہنس پڑتا تھا۔ ممتاز اتفاقات کو عمل سمجھتی تھی

شاہد اپنے متعلق کبھی کبھی کسی کا یہ شعر پڑھا کرتا تھا، جس کا مطلب ممتاز کبھی نہیں سمجھی۔ وہ شعر یہ ہے ؎

فکرِ معاش کھا گئی دل کی ہر ایک امنگ
جائیں تو لے کے جائیں کیا حسن کی بارگاہ میں

یہ حقیقت تھی کہ شاہد اپنے حالات کی بنا پر امنگوں سے خالی تھا۔ اور ممتاز کے نزدیک یہ عمل کی کمی تھی۔ جاوید کو بجز اپنی امنگوں کی پرورش کے اور کوئی فکر نہ تھی۔ دولت کی افراط۔ ہر قسم کا اطمینان۔ اسے بجز شیریں کی دلجوئی کے اور کوئی کام نہ تھا۔ مگر ممتاز ان دونوں کا مقابلہ کرتی تھی۔

لندن کی روانگی سے پہلے جاوید نے شیریں کے اصرار پر شاہد سے ملنا چاہا۔ یہ پیغام بھی ممتاز ہی لے کر آئی تھی۔

وہ چاہتے ہیں کہ جانے سے پہلے ڈوبتے ہوئے سورج کو ایک دفعہ اور دیکھ لیں۔

نہیں ممتاز۔ شاہد نے کہا۔ میری طرف سے معذرت کر دینا۔ یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے!!

ملنے میں کیا حرج ہے؟ اور اس مرتبہ رسمی بات چیت ہوگی۔ یا سمجھو کہ رسی جل چکی ہے اس کے بل باقی ہیں۔

میں نہیں ملوں گا۔ ان سے کہہ دینا۔

اور ممتاز نے یہی جا کر کہہ دیا۔ کسی کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ

انھوں نے کیا کہلوایا تھا - اور انھیں کیا جواب ملا - دونوں ہنسی خوشی لندن روانہ ہو گئے -

شاہد کی نظروں کے سامنے اور دور دور تک کوئی نہ تھا - شیریں سے متعلق جو ایک خیال اکثر دل میں پیدا ہوتا تھا وہ بھی ختم ہو گیا - ممتاز تھی اور اس کی ساری مصلحت آمیز باتیں تھیں شاہد کے دل و دماغ پر ایک بھاری بوجھ نہ ہوتا تو ممتاز بری لڑکی نہ تھی - وہ قبول صورت - ہنس مکھ اور پُر مذاق تھی اور شاہد کی شریک زندگی بن کر اُسے خوش کر سکتی تھی مگر وہ اس کی طرف راغب ہی نہ ہوا - بلکہ جتنی زیادہ کوشش اس نے کی شاہد اس سے اتنا ہی دور ہوتا چلا گیا - یہاں تک کہ وہ آس چھوڑ بیٹھی - شاہد نے آخری بار ممتاز کو یہ کہہ کر سمجھانے کی کوشش کی تھی -

میرے پیچھے مت آؤ یہ سفر بہت لمبا ہے اور تم چلتے چلتے تھک جاؤ گی - تمہیں میرا سراغ تک نہیں ملے گا کہ یہ کہاں چلا گیا زندگی کا جب کوئی مقصد باقی نہ رہے تو آدمی منزل کی طرف قدم نہیں بڑھاتا - بلکہ بے ارادہ چل پڑتا ہے -

اسے ممتاز سے بڑی ہمدردی تھی - وہ چاہتا تھا کہ ایک لڑکی اس طرح سستے داموں اپنے جذبات کا سودا نہ کرے اور بجائے اس کے کسی معقول آدمی کا انتخاب کر لے - اس نے ممتاز کو اس معاملہ میں عملی قدم اُٹھانے کی تلقین کی -

تم اپنی سہیلی سے سبق لو جنھوں نے خلوص اور محبت کو جھٹلا دیا اور کامیاب ہو گئیں - میں خود بھی اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آج کی دنیا میں ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے - آخر یہ دنیا کہاں تک ایک رنگ میں رنگی ہوئی ہے - کبھی باتیں قدر کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں - تاریخ کا عنوان بنتی تھیں، آج حماقت سمجھی جاتی ہیں -

دن گذرتے رہے اور شاہد ایک جذباتی لڑکی کو اسی طرح سمجھاتا رہا - شیریں کے بعد اب وہ ہر ایک سے اپنے تعلقات حقیقی بنیادوں پر قائم کرنا چاہتا تھا - اسے کوئی گلہ نہ تھا کہ شیریں نے اس کے ساتھ کیا کیا ــــ دنیا میں اس سے بڑی بربادیاں آئی ہیں اور بھلا دی گئیں ہیں - اسے یقین تھا کہ وہ خود بھی اپنے غم کو ایک دن بھول جائے گا - وہ ممتاز سے لاڈ دلار انداز میں بولا ــــ تم بھی اپنی شادی کیوں نہیں کر لیتیں - ؟

"میں خود مختار نہیں ہوں"

کس کے زیر اثر ہو ؟

تمہارے زیر اثر ہوں، اور تمہاری محبت کی ماری ہوئی ہوں -

شاہد نے جو کچھ سنا اسکا علم اسے پہلے سے تھا، یہ ممتاز کی نادانی تھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے محبت کرنے لگی جو اس دنیا کا انسان ہی نہ تھا وہ اس کی جن باتوں پہ عاشق ہوئی تھی اس کی وہی خواہشات اسے عام انسانوں سے الگ کرتی تھیں - وہ محبت کے عام تقاضے نہیں پورے کر سکتا تھا اور ممتاز بغیر سمجھے بوجھے دل کا سودا کر بیٹھی تھی -

تمہاری یہ پہلی محبت ہے ؟ شاہد نے دریافت کیا

پہلی اور آخری

مگر میں تمہاری محبت کا جواب ہمیشہ خاموشی سے دوں گا۔ تم نے یہ قدم سوچ سمجھ کر نہیں اٹھایا۔

ایسا قدم کوئی سمجھ بوجھ کر اٹھاتا ہے، جو میں اٹھاتی۔ میں مجبور تھی، میں تم سے یہ نہیں کہتی کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو۔

مگر ممتاز! شاہد کو تشویش پیدا ہوئی۔ تم نے کیا سمجھ کر ایسا کیا۔؟ میں نے تمہیں کوئی غلط امید نہیں دلائی۔ میں نے تمہیں کوئی آسرا نہیں دیا۔

تم بھول رہے ہو شاہد۔ ممتاز بولی۔ محبت اندھی ہوتی ہے مگر میں نے جو کچھ کیا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کیا۔ میں نے دیکھا کہ تم شیریں کے وفادار ہو۔ تم نے اس کے لئے زندگی کی بازی لگا دی۔ تم نے اسے اس لئے معاف کر دیا کہ تم اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ تم جیسا آدمی چراغ لے کر ڈھونڈا جائے تب بھی نہیں ملے گا۔ مجھے زندگی میں تمہاری تلاش تھی مگر تم مجھے نہیں ملے۔ اس محبت کی اصل بنیاد بھی یہی ہے۔ کہ تم مجھے نہیں ملو گے اور میں تم سے ہمیشہ ہمیشہ ملے جاؤنگی۔

شاہد سوچ میں پڑ گیا۔ ممتاز جو کچھ کہہ رہی تھی وہ اس کی سمجھ میں آتا چلا گیا۔ دل کی دنیا اسی طرح خود بخود کسی کے وجود سے آباد ہو جاتی ہے۔ لیکن اب سوال یہ تھا کہ وہ ممتاز کے دل سے اپنے نقش کو کس طرح مٹائے۔

ایک بار اور اس نے ممتاز کو سمجھانے کی کوشش کی۔

یہ آگ دونوں طرف سے سلگتی ہے۔ مگر تمہاری محبت ایک طرفہ ہے آدمی زندگی میں ایک ہی عورت سے محبت کرتا ہے۔ اور اگر وہ اپنی محبت میں ناکام رہے تو اس عورت کو کبھی نہیں بھولتا۔

مجھے تم کسی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتے؟ ممتاز نے آخری بار پوچھا۔

نہیں۔

چاہے میں زہر کھا کر مر جاؤں۔

مجھے ڈرانے کی کوشش مت کرو ممتاز۔ شاہد کو کہنا پڑا۔ تم اپنی محبت کی خود ذمہ دار ہو۔ تم نے اپنے دل کا کہنا مانا اور عقل سے نہیں سوچا کہ تم کیا کرنے جا رہی ہو۔

ممتاز نا امید ہو کر چپ ہو چکی تھی۔ شاہد کو افسوس تھا کہ وہ ایک مجبور عورت کے کام نہ آ سکا۔ ممتاز جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں حقیقت کا بڑا دخل تھا۔ شاید اس کے لفظوں سے بوئے وفا آ رہی تھی مگر وہ جھوٹ نہ بول سکا۔ وہ مصلحت آمیز جھوٹ بول سکتا تھا مگر اس نے ممتاز کو دھوکا دینا نہیں چاہا۔ وہ شیریں کی ہستی تھی اور اسی کی خاطر اس نے محبت کے موضوع کو اپنی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔

میں اگر ان حالات میں تم سے محبت کر سکتا تو مجھے کیا عذر ہو سکتا تھا۔ شاہد نے اسے پھر سمجھانے کی کوشش کی۔ شیریں کے بعد تم مجھ سے

سب سے زیادہ قریب ہو اور میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں مگر انسان زندگی میں ایک ہی عورت سے محبت کرتا ہے اگر وہ کسی اور سے بھی کرے تو وہ محبت نہ ہوگی بلکہ محبت کو بھلانے کی کوشش ہوگی۔

مجھے تم سے یہ اُمید نہیں تھی شاہد۔ ممتاز کو بے دلی سے کہنا پڑا

عجیب بات ہے تم کو مجھ سے یہ امید نہیں تھی کہ میں سچ بولونگا

ممتاز خاموش رہی۔ اس نے غور سے شاہد کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا۔ اور اپنی نظریں نیچی کرلیں۔

تیرہواں باب

شادی کے بعد شیریں اور جاوید کی زندگی میں انقلاب آ گیا شاہد کے بارے میں رہا سہا خیال دونوں کے دلوں سے نکل گیا۔ اور دونوں ایک دوسرے کے وجود میں کھو گئے۔ یہ تبدیلی غیر متوقع نہ تھی۔ شیریں نے جاوید کو پاکر ایک نئی دنیا میں قدم رکھا تھا۔ اور اس دنیا کے زمین و آسمان دوسرے تھے۔ چاند ستاروں کی شکلیں مختلف تھیں انھوں نے اپنا ہنی مون یورپ کے تمام ملکوں

میں گھوم کر منایا۔ نیا ماحول۔ نئی زندگی اور نئے لوگوں نے شیریں کے دل سے اس کی ساری پرانی یادیں چھین لیں اور شاہد حرف باطل کی طرح مٹ کے رہ گیا۔ جاوید جب کبھی اسے اس کی پچھلی حماقتیں یاد دلاتا تھا تو وہ ہنس دیا کرتی تھی

جاوید اسے یاد دلاتا تھا ابھی کل کی بات ہے جب میں شاہد کا ایک دوست اور تمہارے لئے غیر تھا۔ آج شاہد تمہارے لئے غیر ہے۔ حالات اس طرح پلٹا کھائیں گے۔ یہ ہم دونوں میں کوئی نہ جانتا تھا۔

شیریں ان باتوں کو دہراتے ہوئے گریز کرتی تھی۔ جیسے پچھلی حماقتوں کا کوئی ذکر تک سننا نہ چاہتی ہو۔ اسے یہ یاد ضرور تھا کہ شاہد نام کا ایک آدمی کبھی اس سے محبت کرتا تھا۔ اور وہ خود بھی اس کی دیوانی تھی۔ مگر اس حقیقت پر آج اُسے شک تھا یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ اس نے شاہد کو پہچانا نہ تھا۔ وہ جب ان دونوں کا مقابلہ کرنے بیٹھتی تو اسے دونوں کے مزاج اور طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا۔ ڈیڈی سچ کہتے تھے کہ زندگی کے لئے دولت بڑی ضروری چیز ہے۔ دنیا کی سیاحت نے اس کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا کردی تھی۔ اس کا رنگ و روپ اور زیادہ نکھر آیا تھا۔ اس کے حسن و جوانی کے شباب کو لوگ دیکھتے رہ جاتے تھے۔ شاہد نے اسے کیا دیا۔ وہ کبھی کبھی سوچنے

لگتی ۔

قصر شیریں کا ایک نقشہ ۔ زندگی سے مایوسی ۔ ناکام محبت ۔
برخلاف اس کے وہ جاوید پر نظر ڈالتی تو اسے اس کی ذات سے بہت سی امیدیں وابستہ نظر آئیں ۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جاوید سے محبت کرنے لگتی ۔ جاوید نے اسے کیا نہیں دیا ۔ ؟
دنیا کا نقشہ ۔ دولت کا نشہ ۔ اُمنگیں اور کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ۔

یہ دونوں چھ مہینوں تک مغربی ممالک کی سیر کرتے رہے ۔ اس عرصہ میں شیریں کو بے باک ہونے کا موقع ملا اور وہ ایک نسوانی شرم و حیا بھی اس کے اندر سے نکل گئی پھر جب وہ واپس کراچی پہونچی تو میم تھی اور انگریزی بولنا اس کی عادت بن چکی تھی ۔
ممتاز نے اسے پہلی نظر میں دیکھ کر نہیں پہچانا ۔
شیریں کے واپس آنے کے دو ہفتہ بعد ممتاز اسے دیکھنے اور شاہد کا حال سنانے آئی ۔ مگر اسے اپنی سہیلی کی سج دھج دیکھ کر بڑا تعجب ہوا وہ بجائے شلوار اور قمیض کے ریشمی ساڑھی میں ملبوس تھی اور ہمیشہ سے زیادہ اچھی معلوم ہو رہی تھی ۔
یہ شیریں نہیں کوئی اور ہے ۔ اور وہ اپنے دل میں سوچنے لگی ؟ اس کا یہ رنگ و روپ کہاں تھا جو اس عورت میں ہے معیت زدہ شیریں کو اس کی نظروں نے ادھر اُدھر ڈھونڈنا شروع کیا ۔

یہاں کبھی میری ایک سہیلی شیریں رہا کرتی تھی ۔ اس نے شرارتاً شیریں سے سوال ۔
وہ شیریں مر گئی اس نے جواب دیا ۔ اس کی جگہ ایک دوسری شیریں نے جنم لیا ہے اور جو تمہارے سامنے بیٹھی ہوئی ہے
وہ تم ہو ؟
ہاں میں ہوں ۔
اور اس گفتگو کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں ممتاز میں کوئی تبدیلی نہ تھی ۔ ویسی ہی جذباتی ۔ بات کرنے کا وہی انداز البتہ چہرہ کا رنگ پہلے سے زیادہ کھنچ گیا تھا ۔ اور جس سے پتہ چلتا تھا کہ اس کے زندگی کے دن اچھے نہیں گذر رہے ہیں ۔
کافی دیر تک دونوں میں مذاق ہوتا رہا ۔ اس غیر سنجیدگی گفتگو میں شاہد کا کوئی ذکر نہیں آیا ۔ نہ شیریں نے اُسے پوچھا نہ ممتاز نے کچھ بتانا ! سب سمجھا ۔ موضوع جاوید تھا ۔ یورپ کی سیر تھی ۔ دنیا کی رنگینی اور بے ثباتی ۔
شیریں ہنس ہنس کر اسے سب کچھ بتا رہی تھی ۔ دنیا میں گھومنے کے بعد پتہ چلا کہ زندگی کیا ہے ۔ تم شاید میری باتوں کو نہ سمجھ سکو اس لئے کہ تمہاری نظر بڑی محدود ہے ۔ تمہارا اب تک یہ یقین ہوگا کہ محبت دل سے کی جاتی ہے مگر میں تمہیں بتاؤں کہ محبت کے لئے پہلی چیز دولت ہے جو پہلے صرف میرے ڈیڈی کا خیال

تھا اور اب میرا بھی ہے۔

شاید۔ ممتاز ہنسی۔ میں نے دنیا نہیں گھومی اس لئے میرا یہ خیال نہیں ہے۔

تم اب تک اسی دقیانوسی خیال کی ہو۔ میری ایک بات گرہ میں باندھ لو اور وہ یہ کہ محبت ہوتی نہیں ہے۔ کی جاتی ہے۔

اچھا۔ ممتاز معصوم بنکر شیریں کا منہ تکنے لگی۔

اب تم میری طرح دولت مند کو تلاش کرلو۔ تمہارے صاحب کا کیسا رنگ ہے؟

وہی جو تمہارے سامنے تھا۔

شاہد کا؟

ان پر آج تک تمہارا بھوت سوار ہے۔

میرا بھوت؟ مگر میری نظر میں تو ان کی شکل تک نہیں ہے۔

مگر وہ اب اس قابل تھے کہ انھیں نظر میں رکھتیں۔ تمہاری طرح وہ بھی بالکل بدل چکے ہیں۔

ان میں کیا تبدیلی ہوگئی؟

انھوں نے تمہاری خاطر دولت کمانا چاہی اور ان کی قسمت نے ان کا ساتھ دیا۔ وہ اب جاوید سے کم حیثیت کے آدمی نہیں۔ مگر جاوید میں دولت کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں ہیں جو تمہیں نہیں معلوم۔

جاوید کی خوبیاں مجھے نہیں معلوم۔ مگر شاہد میں دولت کے علاوہ جو خوبیاں ہیں انھیں تم بھی نہیں جانتی ہو۔

دولت کہاں سے ملی؟

یہ کوئی نہیں جانتا۔

ان کے پاس دولت ہونے کا ثبوت کیا ہے؟

قصر شیریں کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ عمارت کی بنیاد رکھتے ہوئے معلوم ہے انھوں نے کیا کہا؟

کیا کہا۔

اپنے ہاتھ سے وہ پتھر رکھ کے کہنے لگے۔ تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں" اس پتھر پر قصر شیریں کھدا ہوا تھا۔

شیریں کا اونچا سر جھک گیا۔ بڑے بول پھیکے پڑ گئے۔ یورپ کی سیاحت اور دولت کا نشہ ہرن ہوگیا۔ وہ ممتاز کی طرف ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگی گویا رحم کی طالب ہو۔

تمہارے پیچھے ایک انقلاب آیا تھا۔ ممتاز کہنے لگی۔ مجھے تعجب ہے تم باہر رہیں اور تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ قدرت کا وہ کرشمہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اگر تم یہاں ہوتیں تو تم کو بھی خدا کا قائل ہونا پڑتا۔ اس لحاظ سے میں تم سے زیادہ فائدہ میں رہی میں نے تم سے زیادہ تجربہ حاصل کیا۔

تم مجھ سے مذاق کر رہی ہو۔ شیریں ڈر کر بولی۔ کہو کہ یہ سب جھوٹ ہے۔

یہ سب سچ ہے شیریں۔ قصر شیریں کے بن جانے کے بعد وہ

تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ اور تم بھی اُسی میں رہوگی۔

ایسا مت کہو ممتاز۔ وہ بے چین ہوکر چلائی۔ میں جاوید کو نہیں چھوڑ سکتی۔

تم شاہد کو بھی نہیں چھوڑ سکتیں۔

ممتاز نے اس عرصہ میں جو کچھ دکھایا اور سمجھایا تھا اس کی روشنی میں اپنا فیصلہ سنا بیٹھی۔ جسے شیریں نے بالکل اسی طرح سنا جیسے کوئی ملزمہ عدالت کے کٹہرے کے اندر کھڑی ہوکر سزا کا حکم سنتی ہے۔

چودھواں باب

قصرِ شیریں کو مکمل ہونے میں چھ ماہ کا عرصہ اور لگا۔ شب و روز کی محنت کے بعد جب وہ بن کر تیار ہوا تو دیکھنے والوں نے یہی کہا۔

کاغذ پر آئی ہوئی بہار زمین پر اپنے پھول برسا گئی۔ سامنے کی تین کھڑکیاں سمندر کی طرف کھلی ہوئی تھیں۔ چاروں طرف پھولوں کی روشیں تھیں۔ فوارے کی پھوار سنگ مرمر کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تماشائیوں کو ایسا لطف دے رہی تھی جیسے برسات کا سماں ہو۔ روشوں کے بعد ایک خوبصورت حوض تھا جس میں رنگ برنگی مچھلیاں

تیر رہی تھیں اور یہ سارا نظارا خزاں میں آئی ہوئی بہار سے کم نہ تھا

دن گذرتے رہے۔ خوشی کے چار دن جو شیریں اور جاوید کی زندگی میں آئے تھے ان کی بہار ختم ہونا شروع ہوئی۔ ان کے یہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی۔ بظاہر اس بچی کی پیدائش پر بڑی دھوم دھام ہوئی مگر وہ رسمی تھی۔ شیریں کے ماں بنتے ہی جاوید کی طبیعت میں ایک انقلاب آگیا۔ شیریں کے رخسار رعنا کے گلاب کو کوئی توڑ کے لے گیا تو جاوید کو اس سے چاہت نہ رہی۔ بہت دنوں تک یہ بات پردے میں رہی۔ ممتاز جب کبھی شیریں کے بنگلہ کا چکر لگاتی تو اس کی دوررس نظریں سب کچھ دیکھ لیتی تھیں۔ پھر اس نے بچی کی خوبصورت آیا کو جاوید کے کمرہ میں کئی دفعہ آتے جاتے دیکھا اور اس کا دل کھٹک کر رہ گیا۔

طوفان تھم جانے کے بعد شیریں راہ راست پر آچکی تھی اور اب اپنے دل کی باتیں اپنی سہیلی کو پھر سنانے لگی تھی۔ وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ ہو ــــ ایک دن ممتاز کے آنے پر شیریں نے گراموفون پر ریکارڈ چڑھایا۔

پورا ریکارڈ ختم ہوگیا۔ شیریں کچھ نہ بولی تو ممتاز کو کہنا پڑا۔

یہی ہوتا ہے میری بہن۔ زبان خاموش ہے تو فضا بولنے لگتی ہے۔ وہ جو تم دونوں میں قرار تھا اسے تم بھی بھول گئیں۔ شکایت کس سے کر رہی ہو؟

اپنی قسمت سے

سے جاکر ــــ کہہ دو کہ آج شیریں نے بجائے زبان سے کچھ کہنے کے۔

ریکارڈ بجایا ؟

کن سے کہوں گی ؟

شاہد سے ممتاز ہنسی ۔ وہی تمہاری یہ بات سن سکتے ہیں۔

کچھ اور بھی سننے والے ہیں۔ کسی اور کی بھی مجھے یاد آسکتی ہے۔ تمہیں کیا معلوم جاوید نے کس کس پر بجلی گرائی ہے۔

ہاں ممتاز کو یاد آگیا۔ وہ ایک غریب پائلٹ بھی تھا۔ اس غریب کا کیا حشر ہوا۔ یہ تو تم نے کبھی بتایا ہی نہیں۔

سنتے ہیں وہ جس جہاز کو لیکر اڑا وہ کہیں گر گیا۔

آہ بدنصیب۔ ممتاز کے منہ سے فوراً نکلا۔ تمہاری محبت راس نہیں آئی اسے۔

مجھے کس کی محبت راس آئی۔ اب تو اس گھر کی ملکہ آیا ہے' میں نہیں ہوں وہ تو نظر آگیا تھا مجھے۔ مگر تم نے ایسی خوبصورت آیا کو گھر میں رکھا کیوں۔ سانپ پالوگی تو وہ ڈسے گا نہیں ؟

میں نے نہیں پالا

تم نے آنے کیوں دیا ایسی عورت کو اپنے گھر میں

اخبار میں اشتہار دیکر بلائی گئی ہے۔

نکال باہر کرو موئی کو۔

شیریں زبردستی مسکرائی ۔ ممتاز کو کیا معلوم تھا کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ شیریں برابر مسکراتی رہی۔ جیسے وہ اپنی مسکراہٹ ہی میں سب

کچھ کہہ دینا چاہتی ہو۔

تم نے یہ بات گھر والوں کو بھی نہ بتائی ہوگی ۔ ممتاز نے پوچھا

بتادوں ؟

ضرور بتادو۔ تم نہ بتاؤ تو گھر والوں سے نکلواؤ آیا کو

مگر ممتاز۔ شیریں بولی۔ میں بالکل نا امید ہو چکی ہوں آیا نکل بھی گئی تو کیا ہوگا۔ ہمارے درمیان یہ بچی آگئی ہے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے ۔ میں بیگم نہیں رہی۔ کشور کی ماں ہو گئی ہوں۔

اس کا کیا مطلب ہوا ؟

بیگم۔ ماں بن جائے تو پھر وہ بیگم نہیں رہتی ۔

تم نے کیا جواب دیا ؟

خاموش رہی ۔ اس بات کا کیا جواب دیتی ؟

جواب تھا بھی کیا۔

اب تم سو سمجھاؤ۔ یہ بات پھر مجھ سے کہی جائے۔ کہنا تم بھی شوہر نہیں رہے۔ ایک بچی کے باپ ہو چکے ہو۔ جب چاہو اس گھر کو لات مار کر قصرِ شیریں میں چلی جاؤ ۔ وہ تمہارے انتظار میں خالی پڑا ہے۔

میرے انتظار میں ؟

تم ہی اس میں رہ رہی ہو شیریں۔ تمہارا نام رہ رہا ہے۔ تمہارے خواب رہ رہے ہیں۔ قصرِ شیریں اس محبت کی یادگار ہے جو کبھی تم دونوں

میں تھی۔

کبھی میرا ذکر کرتے ہیں؟

کبھی نہیں۔ جو بات دل میں رکھنے والی ہو اس کا ذکر نہیں کیا جاتا

تم خود کبھی چھیڑو۔

کیا کہوں۔

قصرِ شیریں کی قسمت پر افسوس کرو۔

میں تو جی بھر کے افسوس کروں مگر وہ مل گئی ہیں۔ ان کے لئے تمہارا دیرینہ قصرِ شیریں مکمل ہو چکا ہے۔ وہ اس میں سارا دن بیلے بنتے ہیں طرح طرح کے پھول اگائے جا رہے ہیں۔ روشیں تیار کرائی جا رہی ہے۔ باغیچہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ ہر لمحہ جو گذر رہا ہے وہ تمہارے انتظار میں گذر رہا ہے۔ ایسی بہت کم لوگوں نے کی ہوگی۔

شیریں خاموش رہی حقیقت زبان چھین لیتی ہے۔ شاید ایسے لوگ دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ یہ شیریں کو نہیں معلوم تھا۔ مگر اب وہ کیا کر سکتی تھی سوائے پچھتانے کے۔ سوائے ٹھنڈی آہیں بھرنے کے۔ اور جاوید کی گھڑکیاں سننے کے۔

بچی نے مسہری پر لیٹے لیٹے رونا شروع کیا۔ آیا آئی اور بچی کو لے کر باہر نکل گئی۔ شیریں اور ممتاز کی باتیں جاری تھیں۔

تم نے تو ان سے بھی ملنا چھوڑ دیا؟ شیریں نے جاوید کی طرف اشارہ کیا جو ملے ہوئے کمرہ میں شیو بنا رہا تھا اور گا رہا تھا۔ آنکھوں

کے راستے وہ میرے دل میں آ گئے"۔ ممتاز سمجھ گئی یہ گھٹیا اظہارِ خیال آیا سے متعلق ہے۔ وہی جذبہ اس وقت شعر کی شکل میں گنگنایا جا رہا ہے۔

شیریں خاموش رہی تو ممتاز آواز لگا بیٹھی۔

جاوید صاحب

گانا فوراً بند ہو گیا۔ ممتاز پھر بلند آواز سے اٹھلائی۔

میں ممتاز ہوں۔

اچھا تم ہو۔ جاوید اپنے کمرہ سے بولا۔ میں ابھی حاضر ہوتا ہوں وہ جلدی جلدی شیو کرنے لگا۔

موڈ ٹھیک کرو۔ اپنا جلدی سے۔ ممتاز نے شیریں کو ٹوکا۔

موڈ تو ان کا ہے۔ میرا نہیں ہے

ذرا دیر ہنسی مذاق رہے گا۔ میں لوں گی چٹکی تم تو بس بیٹھی ہوئی ہنستی رہنا۔

جاوید ہنستا ہوا کمرہ میں داخل ہوا۔ کوئی راز کی بات تو نہیں ہو رہی ہے تم دونوں میں۔؟

اگر ہو بھی رہی ہے تو کون اقرار کرے گا۔ یہ نہیں سوچا آپ نے اپنے دماغ سے؟ ممتاز۔ جاوید کی اس عقلمندی پر ہنسی۔

میں نے کہا شاید — اگر ایسا ہے تو میں چلا جاؤں۔

تشریف رکھئے۔ مجھے ابھی انھوں نے بتایا کہ آپ اپنے کمرہ میں ہیں۔

پھر آپ کے گانے کی آواز آئی ۔

کیا گاتا ہوں میں ؟

کیا بات ہے ۔ ایسی سریلی آواز میں نے کم سُنی ہے ۔

واقعی ؟ پوری غزل گا کر سُنا دوں تمہیں ۔

شیریں کو بولنا پڑا ۔ خدا کے لئے اُن سے کہہ دینا ممتاز میرے سر میں درد ہو جائے گی ۔

ہماری بیگم ہوش سے بے بہرہ ہیں ۔ فلمی گانے زیادہ سنتی ہیں ۔ بڑی بد مذاق ہیں ۔ ممتاز ہنسنے لگی ۔ آجکل حال کیا ہے آپکا ؟

اچھا نہیں ہے ۔ جاوید نے شرارت سے منہ بنا کر شیریں کی طرف دیکھا ۔ ہم پر عتاب ہے آج کل

شیریں پھر بھی کچھ نہیں بولی تو ممتاز نے موضوع بدل دیا ۔

آپ انتخاب اچھا کر لیتے ہیں ۔

کس کا انتخاب ؟

آپا بڑی حسین رکھی ہے ۔ جیسی ماشاء اللہ آپ ویسی آپا ۔ یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ۔

جاوید نے دادطلب انداز میں جھک کر ممتاز کو سلام کیا اور پھر ایک بازاری شعر پڑھ کر سُنایا ۔

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی میری قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

کیا بات ہے ۔ ممتاز رسماً ہنسنے لگی ۔ آج کل آپ کا ذوق نکھرتا جا رہا ہے ۔؟

یہ سب ادیبوں اور شاعروں کی صحبتوں کا نتیجہ ہے ۔ ان کی کتابیں چھاپتا ہوں تو ان کا کلام کبھی پڑھنے کو ملتا ہے ۔ آجکل ایک نیا ناول قصرِ شیریں کے نام سے لکھوا رہا ہوں ۔ اس کی ایک کاپی تمہیں بھی پڑھنے کے لئے دوں گا ۔

قصرِ شیریں ؟ ممتاز ایک دم سے چونک پڑی ۔

کس کا محل ۔ کس کا تصور ۔ تم پڑھ کر اندازہ لگانا ۔

ممتاز چپ ہو گئی ۔ وہ سوچنے لگا ۔ جاوید کی نظر میں یہ سارا واقعہ ایک قصر کی حیثیت رکھتا ہے ۔ دیکھنا ہے اس کا انجام کیا ہوگا ۔

پندرہواں باب

آپا نے جاوید سے ایک ہفتہ کی رخصت مانگی اور اس نے اس کی درخواست شیریں کے پاس منظوری کے لئے بھیج دی ۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی رخصت فوراً منظور کر لی جائے گی ۔ چنانچہ یہی ہوا ۔ شیریں نے

منظوری دیتے ہوئے کہا۔

اس عرصہ میں تم کہیں اور کام تلاش کر لینا مجھے اب تمہاری ضرورت نہیں ہے۔

اچھی بات ہے بیگم صاحب۔ وہ اچھے گھروں میں مہاجر بیگموں کے ساتھ رہتے رہتے اچھی زبان بھی بولنے لگی تھی۔ اُسے شیریں کا یہ کہنا نہ ہی ناگوار گذرا اور نہ اس کے لئے تشویش کا باعث بنا۔

بلکہ وہ اپنے کمرہ میں جاکر اپنا سامان اس خیال سے ٹھیک کرنے لگی کہ اب اُسے واپس نہیں آنا ہے۔

آیا کو یہ زعم تھا کہ وہ ہاتھ پیروں سے اتنی خدمت نہیں کرتی جتنی اپنے حسن سے کرتی ہے۔ جہاں بھی وہ جاتی تھی اس کا حسن اس کی ضمانت دیتا تھا۔ اور وہ مردوں کی سفارش پر نوکر رکھ لی جاتی تھی۔ اسوقت بھی اس نے یہی سوچا کہ اگر شیریں کا دروازہ اس کے لئے بند ہو چکا ہے تو اور بہت سے گھروں کے دروازے اس کے لئے کھل جائیں گے۔

آیا اپنے کمرے میں اپنا سامان ٹھیک کرنے لگی۔ جاوید شیریں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

تم نے آیا کو چھٹی دے دی؟ وہ ایک ہفتہ کے لئے اپنے کسی عزیز کے پاس جانا چاہتی ہے۔

میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ جائے اور پھر واپس آنے

کی کوشش نہ کرے۔

کیوں؟

میں کشور کو خود سنبھال لونگی۔؟

تم نے اُسے نکال دیا۔؟

ہاں۔

اس کی وجہ؟

میری مصلحتوں میں آپ نہ بولیں۔ تکلیف مجھے ہوگی آپ کو نہیں ہوگی۔

جاوید کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر وہ خاموش رہا۔ مگر اس کی یہ خاموشی بے سود تھی اس لئے کہ اس کے چہرے پر بدمزگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس نے شیریں کے اس مصلحت کو پسند نہیں کیا۔

آیا اپنا سامان ٹھیک کر کے نکلی اور جاوید کو شیریں کے کمرے میں بیٹھا ہوا دیکھ کر خود بھی اس کے پاس آگئی۔

آپ کو معلوم ہے وہ جاوید سے مخاطب ہوئی۔ بالکل اس طرح جیسے وہ ملازمہ نہ ہو۔ بیگم صاحبہ نے مجھے جواب دے دیا ہے۔ اور اب میں اپنے سامان کے ساتھ آپ کے گھر سے جا رہی ہوں میرا حساب کر دیجئے؟

ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ کے حساب سے آج پندرہ تاریخ تک آیا کے حساب سے پچھتر روپئے نکلتے تھے۔ جاوید نے سو روپیہ

کا ایک نوٹ آیا کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

پچھتر روپئے ہیں تنخواہ کے اور پچیس روپئے تمہارا انعام۔

سو کا نوٹ لینے کے بعد آیا اپنا کھانا سا معاف کرانے لگی اور جاوید بیٹھا ہوا اس کی ان باتوں پر مسکراتا رہا۔ آیا نے کشور کو اپنی گود میں لے کر اچھی طرح پیار کیا۔ بچی سے اس طرح محبت جتانا ایک رسم کے طور پر بڑا ضروری تھا تاکہ یہ بھی پتہ چلے کہ وہ بچی کے لئے ایک ماں کا جذبہ لے کر جا رہی ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں بھی زبردستی نم کر لیں اور بچی کو ایک مجبور کی طرح پھر شیریں کی گود میں دے دیا۔

تم یہاں آتی رہنا آیا۔ جاوید نے بظاہر دلاسا دینے کے انداز میں کہا۔ اس گھر کو تم اس حیثیت سے اپنا گھر سمجھو کہ تم نے یہاں کی ایک بچی کو پالا ہے۔ وہ جب بڑی ہو جائے گی تو شاید تمہیں پھر اپنے گھر لے آئے۔

آیا اس طرح مسکرائی جیسے وہ اس قسم کے جملے سننے کی عادی ہو۔ کشور بے بی بڑی ہوں گی اس وقت تک میں زندہ تھوڑی ہی رہوں گی۔ میرے لئے گھر چھوڑنے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ کشور کو چھوڑنے کا ہے۔ یہ پیشہ بھی کتنا عجیب ہے۔ وہ ہنس ہنس کر بتانے لگی۔ مجھ کو تو نوکر رکھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ ہم بچی سے ماں کی طرح محبت کریں گے۔ وہ محبت جب پیدا ہو جاتی ہے تو ہم سے ماں بننے کا حق ہم سے چھین لیا جاتا ہے یہ جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ کیا محبت کرنا اتنا آسان کام ہے۔؟

مگر تمہیں صرف بچی سے محبت کرنے کو کہا گیا تھا۔ شیریں کو بولنا پڑا۔

در و دیوار سے بھی محبت کرنا پڑتی ہے بیگم صاحب۔ جب گھر میں کچھ دن گذر جائیں اس گھر سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔

اتنی نہیں جتنی تمہیں ہو گئی تھی۔

میرا یہی قصور ہے کہ میں نے اس گھر کو اپنا گھر سمجھا۔ اور بھی بہت سے قصور ہیں جن کا ذکر اب میں نہیں کرنا چاہتی۔ اگر وہ مجھے معلوم ہو جائے تو میں انھیں دوسروں کے گھروں میں نہ دہراتی اور اس طرح شاید میری عمر کسی اچھے گھر میں کٹ جاتی۔ وہ نہ معلوم ہوں گے تو انھیں کی بدولت پھر نکالی جاؤں گی۔ میں اب اپنے لئے ایک ٹھکانہ چاہتی ہوں۔

تم شادی کر لو۔

مجھ سے شادی کون کرے گا۔ بیگم صاحب ذرا یہ تو سوچئے۔

کیوں؟ تم جوان ہو، خوبصورت ہو، عورت کو ٹھکانا تو شوہر ہی کے گھر ملتا ہے۔ اور محبت بھی اپنے ہی گھر سے کی جاتی ہے۔ دوسرے کے گھر میں تو قبضہ ہی جمایا جاتا ہے۔

جاوید نے ان دونوں کی گفتگو میں کوئی مداخلت نہیں کی مگر وہ سمجھ رہا تھا کہ شیریں اس وقت کس انداز سے گفتگو کر رہی

ہے۔ وہ اس وقت دونوں کے تاثرات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا پھر جب دونوں میں بات زیادہ بڑھی تو اس نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی۔ وہ نہ بولتا تو شیریں کی زبان پر حقیقت آ ہی جاتی۔ وہ یہ کہہ جا رہی تھی کہ اس نے یہ قدم کیوں اُٹھایا۔ کشور کو اس عمر میں آپا کی ضرورت تھی اس کے جانے کے بعد بچی پر کیا گذرے گی یہ بھی اسے معلوم تھا۔ مگر ساتھ ہی پانی بھی سر سے اونچا ہو چکا تھا اور اس لئے شیریں کو اپنا فیصلہ سنانے میں قطعی تیس و پیش نہ ہوا مگر جاوید کو اس ضبط کے خلاف اپنی زبان کھولنی پڑتی۔

معاف کرنا تم اس وقت اپنے جذبات سے کھیل رہی ہو۔ شیریں۔ میرا خیال ہے تم ابھی آپا کو جواب نہ دو۔ اس کے یہاں سے جانے کے بعد حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا تب تم کسی صحیح نتیجہ پر پہونچ سکو گی

کبھی نہیں۔ آپا فوراً بول پڑی۔ میں بیگم صاحبہ کی زبان سے اپنا فیصلہ سن چکی ہوں اور میں اب اس گھر میں نہیں رہوں گی۔

آپا جس بیرتے پر بول رہی تھی اس کا علم شیریں کو تھا۔ وہ جانتی تھی کہ آپا کو ہر قیمت پر روکنے کی کوشش کی جائے گی۔ جاوید آپا کے حق میں بولنے کے لئے مجبور تھا۔ وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ جس آپا سے اس کی اپنی شناسائی ہو وہ اس طرح سے چھوڑ کر چلی جائے۔

میری نظر میں تم اور شیریں نہیں ہو۔ جاوید نے کہنا شروع کیا۔ بلکہ بچی ہے اور جس کی تکلیف میں گوارا نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری خاطر بیگم صاحبہ کی خوشامد کر لوں گا کہ وہ تمہیں نہ نکالیں مگر ابھی بات تازی ہے اس لئے میں اپنی زبان بند رکھنا چاہتا ہوں۔

تم اپنی رخصت ختم کر کے یہاں آنا اور اس وقت یقیناً اس گھر کے حالات بدلے ہوئے ہوں گے مجھے امید ہے کہ تمہیں بھی کشور کی محبت اس گھر کو نہیں چھوڑنے دے گی۔

مگر میری قدردانیوں کا انعام مجھے مل چکا۔

جو کچھ تم نے سنا ہے اسے بھول جاؤ۔ جاوید نے آپا کو پھر سمجھانے کی کوشش کی۔ تمہیں ایک ہفتہ کی رخصت دی جا رہی ہے اس گھر سے آزاد نہیں کیا جا رہا ہے۔

مگر میں کس کی بات مانوں۔ آپ کی یا بیگم صاحبہ کی۔

بیگم صاحبہ میرے حالات سن کر خاموش ہو گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ میں یہی کہہ رہا ہوں انھیں بیگم صاحبہ نے منظور کر لیا ہے۔

نہیں میں نے منظور نہیں کیا۔

تم کیا جانتی ہو؟ جاوید کے لہجہ میں تھوڑی سی ترشی پیدا ہو گئی۔

میں جانتی ہوں آپا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو

جائے

تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟

یہ میں نہیں بتاؤں گی۔

تم کو آپا سے کیوں عداوت پیدا ہوئی؟

اس لئے کہ میری آنکھوں نے تجھے سب کچھ دکھا دیا۔

تم نے کیا دیکھا۔؟

تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ شیریں لال پیلی آنکھوں سے جاوید کی طرف دیکھنے لگی۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ بھی بیان کر دوں؟ تم میرے دیکھے ہوئے تماشہ کی کہانی سن سکوگے

جاوید خاموش تھا اور شیریں کے منہ میں جو کچھ آرہا تھا وہ بکتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی آواز بتدریج تیز ہونا شروع ہوئی گھر کے دوسرے نوکر بھی ادھر اُدھر سے آکر وہاں جمع ہو گئے اس لئے کہ شیریں نے اپنی پوری آواز سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔

میں اب تک خاموش تھی تاکہ تم خود میری خاموشی کو دیکھ کر میرے غم کو سمجھ جاؤ۔ میں نے چاہا تھا کہ تم میری بے زبانی کا مطلب سمجھ جاؤ۔ اور یہ نوبت نہ آنے دو۔ مگر تم بھلا ایسے کب تھے۔ تمہاری کمزوریوں کی مثال تو زمانہ دنگا میں تمہیں کیا بتاؤں؟ جس بچی سے اس کا باپ نہ محبت کرتا ہو اس سے آپا محبت کرے گی؟ جس گھر کی لاج مالک کو نہ ہو اس کی شرم

آپا نبھائے گی؟ جو بیوی اپنے شوہر کی زندگی میں بیوہ ہو چکی ہو اس کی عزت آپا کرے گی؟۔

شیریں کے ان تابڑ توڑ سوالوں کا جواب جاوید کے پاس کیا تھا۔ وہ غیر مطمئن تھا۔ اس کا ضمیر تک اس کا پاس نہ تھا۔ اس لئے وہ شیریں کی بات کا کیا جواب دیتا۔ اپنے صاحب کی یہ حالت دیکھ کر بالآخر آپا ہی کو اس پر ترس آگیا اور وہ جاوید کو سمجھانے لگی۔ بیگم صاحبہ مجھ پر شک کرتی ہیں۔ میں اگر ان کی جگہ ہوتی تو شاید میں بھی یہی کرتی۔ یہ اور بات ہے کہ اس وقت بیگم صاحبہ غلطی پر ہیں۔ اس وقت میں غلطی پر ہوتی۔ بیگم صاحبہ نے مجھ پر شک تو کر لیا مگر یہ نہیں سوچا کہ میری دنیا ان کی دنیا اتنی نہیں ہے۔ بلکہ وہ بہت بڑی ہے۔ اس میں نہ معلوم کون کون بستا ہے اور میری نظر پر چڑھنے کے لئے نہ معلوم کون کون سے جتن کر رہا ہے

آپا کا یہ عجیب و غریب وار تھا۔ یہ ایک تیر اس نے ایسا پھینکا جس سے شیریں اور جاوید دونوں زخمی ہو گئے۔ شیریں کی بھی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ آپا اپنے حسن کی بدولت اپنے لئے چناؤ کرے گی وہ کسی ایسے کی ہو کر رہے گی جو اپنے لئے پہلے ہی چناؤ کر چکا ہو۔ آپا وہ فرہاد کو پسند کرے گی جس کے لئے خود شیریں بن سکے۔ جاوید کو بھی خدشہ پیدا ہو گیا شیریں اسے بے وقوف تو نہیں بنا رہی ہے؟

تھوڑی دیر تک کوئی کسی سے نہیں بولا۔ آپا اپنی جگہ سے ایک قدم آگے بڑھی اس نے گھوم کر پھر ان دونوں کی طرف دیکھا اور بغیر کچھ کہے ہوئے اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔

سولہواں باب

غائب
آپا کے چلے جانے کے بعد جاوید رات بھر گھر سے ~~~ رہنے لگا۔ آپا پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئی مگر وہ اپنے ساتھ جاوید کو بھی لے گئی۔ وہ اب جب کبھی اپنے گھر آتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گھر ہی اس کا نہ ہو۔ دن کے کسی حصہ میں ذرا دیر کے لئے آیا۔ نوکروں سے بات چیت کی اور چلا گیا۔ شیریں اس کا منہ ہی تکتی رہ جاتی اور اس کی اپنی خودداری اسے زبان کھولنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ وہ سوچتی تھی کہ جاوید اسے کسی دن چھیڑے تو وہ برس پڑے۔ مگر یہ نوبت بہت دنوں تک نہیں آئی۔

آپا اپنی ماں کے گھر ایک فلیٹ میں رہنے لگی۔ اسے نوکری

کی پرواہ نہ تھی اس لئے کہ جاوید اس کی ہر ضرورت پوری کر رہا تھا۔ بلکہ اب تو وہ اس کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کر رہا تھا۔ ادھر کوئی بات آپا کی زبان سے نکلی اور وہ پوری ہو گئی۔

طبیعت کے اس انقلاب کے بعد کاروبار میں فرق آیا اور خسارہ ہونے لگا۔ اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ کوئی کہنے سننے والا نہ تھا اور خسارہ کے باوجود وہ آپا کی فرمائش پر اپنی دولت خرچ کرتا چلا جا رہا تھا۔ ممتاز بہت دنوں کے بعد اپنی سہیلی سے ایک دن ملنے آئی تو گھر کا یہ نقشہ دیکھ کر انگشت بہ دنداں رہ گئی۔

یہ سب کچھ کیا ہو گیا شیریں؟

جو ہونا چاہیے تھا۔ وہ ممتاز کی طرف دیکھ کر اس طرح ہنسی جیسے اپنی قسمت پر قانع ہے۔ حالات بدلتے ہیں تو یہی ہو جاتا ہے میری بہن۔

تم کو تعجب کس لئے ہو رہا ہے۔

مگر یہ سب کچھ بہت جلدی ہو گیا۔

عمارت برسوں میں بنائی جاتی ہے۔ مگر اس کو ڈھانے میں بہت دیر نہیں لگتی۔

شیریں ممتاز سے باتیں کر رہی تھیں۔ بچی کی ایک چیخ زمین پر تھی دوسری آسمان پر۔ نہ معلوم وہ کیوں روئے جا رہی

تھی مگر معلوم یہی ہو رہا تھا جیسے گھر کی بربادی پر وہ ماتم کر رہی ہو۔

گھر کا سارا سامان کہاں چلا گیا؟ ممتاز نے خالی گھر دیکھ کر پوچھا۔

آپا کے گھر۔

نوکر چاکر؟

نکال دیئے گئے۔

وہ خود کہاں ہیں؟

وہ بھی وہیں ہوں گے جہاں سب کچھ ہے۔

تم کہاں ہو؟ ممتاز نے طنز بھرے لہجہ میں پوچھا۔

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی۔ کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔

شیریں کی زبان سے یہ شعر سن کر ممتاز نے ایک آہ بھری۔

وہ اپنی جگہ پر بڑی دیر تک بیٹھی ہوئی سوچتی رہی۔ کیا تھا اور کیا ہو گیا۔

وہ یہ تو سمجھتی تھی کہ شیریں دربدر ہو گئی اور جاوید اس سے بھاگ کر بھاگ کھڑا ہو گا۔ مگر یہ اس کے گمان میں نہ تھا کہ یہ انقلاب اتنی جلدی آجائے گا۔ خوشیوں کے ستارے اتنی جلدی ڈوب جائیں گے۔ اور سہرے کے پھولوں کو اتنی جلدی مرجھانا نصیب ہو گا۔

تم نے اپنے لئے کیا سوچا ہے شیریں؟

میں ایسی صورت میں کیا سوچ سکتی ہوں؟ صبح سے شام تک بیٹھی ہوئی اپنی موت کا انتظار کیا کرتی ہوں۔

بچی نے ابھی تک رونا بند نہیں کیا تھا۔ ممتاز اس کے پاس گئی اور اسے اٹھا کر اپنی گود میں لے آئی۔ آہ بے چاری معصوم بچی! اس نے کون سا قصور کیا ہے جس کی سزا اسے مل رہی ہے۔

قسمت ہی ایسی لے کر پیدا ہوئی ہے کوئی کیا کرے۔ ایسی منحوس پیدا ہوئی کہ سارا گھر اجڑ گیا۔

بچوں کو منحوس نہیں کہا کرتے شیریں۔ ممتاز نے اپنی سہیلی کو ڈانٹا۔ خدا کے خوف سے ڈرو۔

اس سے زیادہ اور کیا بربادی ہو گی جس کے لئے ڈروں؟

ایسی کفر کی باتیں زبان سے نہ نکالتے شیریں۔ اچھے دن نہیں رہے تو یہ برے دن بھی نہیں رہیں گے۔ شاہد کو آج بھی تمہارا ہی انتظار ہے۔

میرے سامنے ان کا نام نہ لیا کرو۔

ان سے بھی نفرت ہو گئی۔

میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ کبھی ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ ان دنوں کی یاد میرے دل میں ایک ناسور کی طرح ہے۔ اب بھی کوئی ان کا ذکر کرتا ہے تو دل میں درد

ہونے لگتا ہے۔

بچی ممتاز کی گود میں چپ نہیں ہوئی وہ اسی شدت سے روئے چلی جارہی تھی۔ ممتاز نے اسے بہلایا۔ اسے کھڑکی کے پاس لے کر گئی۔

اس نے بچی کو چپ کرانے کے لئے اپنے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکالیں مگر اس کا رونا بند نہیں ہوا۔

اس کے پیٹ میں درد تو نہیں ہے؟

مجھے کیا معلوم۔

تم ماں ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ اسے کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور ہے۔

میں کچھ نہیں ہوں ممتاز۔ تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ لڑکی کو جہاں سے اٹھا کر لائی ہو وہیں ڈال دو۔ روتے روتے خود چپ ہو جائے گی۔

معاذاللہ۔ اگر ماں نہیں ہو تو ڈائن بھی نہ بنو۔ تمہیں اپنی بچی سے محبت بھی نہیں رہی۔

میں نے محبت کرنا سیکھا ہی نہیں۔ نہ مجھ سے کسی نے محبت کی نہ مجھ کو کسی سے ہوئی۔

مجھے جاوید کا پتہ معلوم ہوتا تو ابھی بچی کو لے جا کر ان کی گود میں چھوڑ آتی۔

وہ تو ایک ہفتہ سے گھر نہیں آئے۔

میں تمہاری یہ حالت شاہد کو جا کر بتاؤں۔؟

نہیں۔

اسی طرح مرنے کا ارادہ ہے؟

مجھے موت نہیں آئے گی۔ ایسی عورتوں کو تم نے کبھی مرتے نہیں دیکھا ہوگا جنکی قسمت میں ایڑیاں رگڑنا ہوگا۔

تم اس حال میں کب تک زندہ رہوگی۔؟

جب تک چاہوں گی۔ تم اگر کشور کو پال لو تو مجھے اپنی زندگی کی بھی ضرورت نہ رہے۔

کیا کروگی پھر۔

خودکشی

ممتاز مارے خوف کے کانپنے لگی۔ شیریں کی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ اس کے ذہن میں اٹک کر رہ گیا۔ اس نے غور سے شیریں کے چہرہ کی طرف دیکھا جس پر وحشت برس رہی تھی۔ ایک اچھی صورت بگڑ کر اس طرح مسخ ہو چکی تھی گویا نکھار یا جوانی کے حسن سے کبھی اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ وہ ہاتھ جوڑ کر شیریں کی خوشامد کرنے لگی۔

خدا کے لئے شیریں اپنے اس ارادہ سے باز آجاؤ۔ میں تمہاری بربادی دیکھ سکتی تھی۔ مگر تمہارا مرنا میرے لئے ناقابل برداشت ہوگا تم نہیں رہیں تو ایک قیامت آجائے گی قصر شیریں گر پڑے گا۔ محبت کا یہ محل زمین پر لیٹ گیا تو پھر کبھی کوئی کسی سے محبت نہیں کریگا۔

تمہارے بعد زمانے سے یہ چلن ہی ختم ہو جائے گا ۔ لوگ محبت کا نام بھول جائیں گے ۔ انسانیت دم توڑ دے گی ۔

شیریں ان جذباتی باتوں کو سن کر ہنس پڑی ۔

پاگل ہو گئی ہو ممتاز ۔ میرے بعد قصر شیریں کیوں گرنے لگا ۔ وہ کس کے لئے کھڑا رہے گا ۔ ؟

خالی گھر گر جاتے ہیں ۔

خالی گھر گر جاتے ہیں مگر خالی دل تمہارے نزدیک زندہ رہتا ہے ۔ شیریں تڑپ کر پوچھنے لگی ۔ تم مجھے خود کشی کرنے سے کیوں روکتی ہو ؟ اس لئے کہ قصر شیریں اپنی جگہ پر قائم رہے ۔ مگر سنو ممتاز یہ کیسی عجیب بات ہے کہ میں مر چکی ہوں اور قصر شیریں ذرا سا جھکا تک نہیں ۔

یہ تم کہو ۔ خالی محل میں اگر ابابیلیں اِدھر سے اُدھر اڑتی پھریں تو وہ آباد کہا جائے گا ۔ وہ تو تمہارے ہی دم سے آباد رہ سکتا ہے ۔ یہ تو تمہارے اختیار میں ہے کہ جب چاہو لات مار کر اسے گرا دو ۔

بچی کا رونا بیچ بیچ میں مخل ہو کر گفتگو کو منقطع کر دیتا تھا ۔ مگر حالات کی نوعیت دونوں کو خاموش رہنے کی اجازت بھی نہ دے سکی ۔

سترہواں باب

ممتاز کے جانے کے بعد شیریں نے بچی کو بہلانے کی کوشش کی ۔ روتے روتے اس کا گلا خشک ہو گیا تو ماں کو اس پر ترس آیا ۔ وہ جس ناز و نعم سے پلی تھی اس کے تقاضے کچھ اور تھے ۔ آیا کے جانے کے بعد بچی کی وہ ناز برداریاں نہ ہو سکیں ۔ اس میں ضد کا مادہ پیدا ہوا ۔ شیریں کو اپنے غم سے فرصت نہ ملی اور نتیجہ یہ نکلا کہ بچی جاں بلب ہو کر مرنے کے قریب پہنچ گئی ۔ تب کہیں جا کر ماں کو ہوش آیا اور اس نے بچی کو کلیجے سے لگا کر پیار کرنا شروع کیا ایک ہی کیفیت میں رہتے رہتے اب شیریں کی سمجھ میں بات پوری آ چکی تھی کہ بچی کا کوئی قصور نہیں ہے ۔ وہ بچی سے اپنی ماماتا کا اظہار کر ہی رہی تھی کہ جاوید نشہ کی حالت میں گاتا ہوا نا معلوم کہاں سے پھرتا پھراتا گھر کے اندر داخل ہوا ۔

"ندیا دھیرے بہو"

کشور بابا کو اس عالم میں دیکھ کر ڈر گئی اور اس نے پھر رونا شروع کر دیا ۔

"یہ کیوں رو رہی ہے۔ جاوید چیخا۔

تم سے مطلب۔ مر بھی جائے تو تم کو نہیں پوچھنا چاہیئے کہ کیوں مر گئی۔

بجائے شرمندگی کے جاوید کو شیریں کے اس جواب پر غصہ آگیا۔ وہ اپنی پوری طاقت سے چلا پڑا

میں پوچھتا ہوں کشور کیوں رو رہی ہے۔

اور اتنے کہنے کے بعد وہ شیریں کی طرف اس انداز سے جھپٹا جیسے اسے مار ڈالے گا۔ شیریں ڈر گئی اور نرم پڑ گئی

کیا ہو گیا تم کو کیسی باتیں کر رہے ہو تم۔

شیریں کے اکدم سے نرم پڑ جانے سے جاوید قہقہا لگا کر ہنسا۔ اور بے انتہا نشہ کے عالم میں جھومنے لگا۔

میں کیسی باتیں کر رہا ہوں یہی تمہیں آج تک نہ معلوم ہو سکا۔

دھیرے دھیرے معلوم ہوتا جا رہا ہے شیریں بولی۔ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کے جاوید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ درمیان میں کچھ دن ایسے ضرور آئے تھے جب حالت بدلی ہوئی تھی۔ اس بچی کے پیدا ہونے سے پہلے زندگی کی صبح تھی اس کے پیدا ہونے کے بعد زندگی کی شام شروع ہو گئی اور اب زندگی کا دن ڈوبنا شروع ہو گیا۔

قسم لے لو جو میری سمجھ میں تمہاری ایک بات بھی آئی ہو۔

اس گھر کے لئے اس گھر کے مالک کا مرنا قیامت ہو گیا۔ شیریں کا اشارہ اپنے سسر کی طرف تھا۔

شیریں کو یاد آگیا۔ اسی عالم میں وہ ایک دن شاہد کے گھر پہنچا تھا اور اس نے کتنی نفرت سے جاوید کی طرف دیکھ کر اپنی آنکھیں پھیر لیں تھی۔ وہ شاہد تھا جس نے اپنے دوست کی خاطر سب کچھ برداشت کر لیا۔ کیا وہ اپنے شوہر کی خاطر کچھ نہیں کر سکتی شاہد کے بجائے جب اس نے جاوید کو گوارا کیا تھا تو غیر شعوری طور پر اپنی تباہی گوارا کی تھی اور وہی آگئی جس کے لئے وہ پہلے ہی تیار تھی۔

جاوید اپنے بستر پر گر پڑا۔ کئی دنوں کے بچھے ہوئے بستر کو پا کر جاوید نے آرام محسوس کیا اور اس کی آنکھیں بند اور نشہ کے خمار سے بند ہونا شروع ہو گئیں۔

شیریں اس نے محبت سے کہا۔

تم اتنے دنوں سے کہاں تھے؟ شیریں نے یہ سوال اتنی محبت سے نہیں کیا جتنی محبت سے جاوید نے انھیں پکارا تھا۔

جہنم میں۔

ہاں شیریں جہاں میں تھا وہ اس جگہ کے مقابلہ میں جہنم ہی تھا۔ میں تم سے غلط نہیں بتا رہا ہوں۔ شیریں مجھے اپنا وہ گانا سنا دو

کون سا گانا؟

وہ شیریں جسے کبھی تم گا کر مجھے سلا دیا کرتی تھیں۔ اور گاتا ہوا میں ابھی اس گھر میں داخل ہوا تھا۔

سیاں اتریں گے پار۔ ندیا دھیرے بہو۔

شیریں کے پہلو میں بچھی ہوئی مسہری پر لیٹ کر وہ اپنی زندگی میں ایک سال پیچھے چلا گیا۔ شیریں کو اس نے شاہد سے چھینا تھا۔ اور مالِ غنیمت جان کر محبت کی تھی۔ وہ چند دن اور چند راتیں جو محبت میں گذری تھیں جاوید کو یاد آنے لگیں۔ اس یاد کو تازہ کرنے کے لئے اس نے گانے کی فرمائش کی۔ مگر شیریں گانے کے موڈ میں نہ تھی۔

وہ گانا میں بھول گئی۔ اس کے بول مجھ سے روٹھ کر کسی اور کے لبوں پر چلے گئے

اچھا وہ گر کر جیسے راہ راست پر آگیا ہو۔ مجھے یہ فرمائش ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ یہ تم نے سچ کہا کہ نغمے گم ہو جاتے ہیں۔ جب محبت ہی باقی نہ رہے تو نغمہ کہاں سے پھوٹے۔

میں اس وقت آ کہاں سے رہا ہوں؟ شیریں جذباتی باتیں کرنے کے موڈ میں بالکل نہ تھی اور نہ ابھی اس کا غصہ پوری طرح ختم ہوا تھا۔

میں نے تم سے کہا تھا تو میں جہنم سے آ رہا ہوں۔ وہ اس سے بری تھی؟

ہاں شیریں۔ یہ گھر اس کے مقابلے جنت ہے۔ میں وہاں کبھی نہیں جاؤنگا۔

شیریں سمجھ گئی کہ آپا کا فلیٹ بالآخر جہنم بنا اور ہر ایسی جگہ بعد میں جہنم ہی

ثابت ہوتی ہے۔ اس نے پھر دوسرا سوال کیا۔

وہ حور کیا ہوئی؟

وہ چڑیل ہو گئی اور میں اسے جہنم ہی میں چھوڑ آیا۔

جاوید۔ شیریں نے سوتے ہوئے ایک مسافر کو سنجیدگی سے پکار کر پھر کہا ــــ تمہارا کیا خیال ہے، میں ایسی باتوں سے خوش ہو جاؤنگی۔

تمہارا کیا خیال ہے۔ میں یہ باتیں تمہیں خوش کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ شیریں تمہارے دل کی خوشی میرے لئے کہاں جا چکی ہے وہ اب کسی طرح واپس نہیں آسکتی۔

یہ تم جانتے ہو؟

اچھی طرح

کشور آرام سے سو گئی۔ گھر کے اس سکون میں۔ جس میں ماں باپ کا وجود ہو نہ معلوم کیوں اس کے لئے اطمینان بخش تھا۔ وہ اب اسطرح سوئی جیسے ماں باپ کی باتوں میں مخل نہ ہونا چاہتی ہو۔ جاوید بھی سو جاتا اگر شیریں اسے بار بار نہ ٹوکتی۔

میں تم سے ایک بات پوچھوں؟

آج تم جو چاہو پوچھ سکتی ہو۔ جاوید اپنی خطاؤں کے ملنے میں اس وقت بادشاہوں کی طرح فیاض تھا۔

تم میری زندگی سے کیوں کھیلے؟

میں سب سے پہلے تو اپنی زندگی سے کھیلا شیریں۔ دوسرا نمبر شاید کا تھا۔

مگر زینیا نے اپنے سے یہ سوال کیا نہ شاہد نے یہ بات مجھ سے پوچھی اسلئے تم بھی ....

میں تم سے مطالبہ کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے میری زندگی واپس کردو۔

تم اس گھر سے جانا چاہتی ہو۔؟

جب گھر سے تم نکل گئے اس میں میں کیسے رہوں؟

میں واپس آگیا ہوں۔

جھوٹ۔ تمہارا یہ آنا جانا کبھی ختم نہیں ہوگا۔ تمہارے پیچھے میں نے ٹھنڈے دل سے کئی فیصلے کئے ہیں انھیں ایک ایک کرکے سنو۔

میں اس گھر میں نہیں رہوں گی۔

مجھے یہاں کی ہر چیز سے نفرت ہے اور اس لڑکی سے بھی اور میں یہاں کی ہر چیز چھوڑ کر جانا چاہتی ہوں۔

مجھے تم سے بھی نفرت ہوچکی ہے۔ یہ نفرت بہت پرانی ہے، اس مصنوعی محبت سے بھی پرانی جو ہمارے درمیان آکر فوراً ہی مرگئی۔ یہ نفرت اس وقت کی ہے جب تم شاہد کے گھر شراب پی کر آئے تھے اور تم نے مجھے الماری کے پیچھے چھپا ہوا دیکھ لیا تھا۔ یہ نفرت حالات کی تہہ میں چھپ گئی مگر اس مصنوعی محبت کی طرح مری نہیں اور اب وہ پھر پوری طرح ابھر آئی ہے۔

میرے بعد تم اس گھر میں آپا کو لاکر رکھنا جو اس بچی کو بھی پال لے گی۔

آپا کا نام سنتے ہی جاوید اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس چڑیل کا نام مت لو میں یہی کہہ رہا ہوں کہ میں اس چڑیل کو جہنم میں چھوڑ کر اپنے گھر واپس آگیا ہوں۔

اس جہنم میں پھر کبھی تو نہیں واپس جاؤ گے؟

یہ سوال شیریں نے کئی دفعہ کیا۔ اس نے جاوید کو جھنجھوڑا، اسے کئی دفعہ پکارا مگر وہ ہاں یا نہ کے بغیر بیٹھے بیٹھے غافل سو چکا تھا۔

اٹھارھواں باب

جاوید صبح ہوتے ہی غائب تھا۔ رات کی مدہوشی ختم ہوئی تو اس نے وہی کیا جو ہوش میں اس جیسے لوگ کرتے ہیں۔ شراب کا یہی ایک وصف ہے کہ وہ زبان سے خطاؤں کو گنوانے میں بڑی مدد کرتی ہے۔ جاوید شراب پی کر انسان بن جاتا تھا۔ دوران خون کے ساتھ اس کے احساس کی یہ شدت بھی تیز ہو جاتی تھی کہ "اس نے کیا کیا"۔ اور اسی جذبہ کے تحت وہ شیریں سے آکر معافی مانگتا تھا مگر جو چیز اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی وہ ایک "مقابلہ" تھا

- آپا کے بے شمار جاننے والوں نے اس کے مقابلہ میں آپا کا ایک
عاشق نہ تھا۔ اس کے حسن کے پروانے بے شمار تھے۔ اور اس
مقابلہ میں جاوید اپنی شکست ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ شیریں اس
کے نزدیک چھوٹے سے مقابلہ ہی میں جیتی ہوئی عورت تھی اور اس
کا ایک کھیل آپا کے لئے جاری تھا۔

اسی مسلسل کرب ذہنی میں ایک سال اور گذر گیا۔ اور
کشور اپنی بدنصیبی کے ساتھ دو سال کی ہو گئی۔ اس عرصہ میں صرف
ممتاز ہی اس کی غمگسار رہی۔ وہ پہلے ایک سہیلی تھی پھر دلیمی تھی۔
اب وہ شیریں کی بہن تھی۔ شیریں ممتاز کے یہ رشتے حالات کے ساتھ
بدلتے رہے۔ اور شاید یہی ہوتا بھی ہے کہ کسی کو کسی سے کوئی واسطہ
نہیں ہوتا۔ اس کے حالات کے ساتھ محبت یا نفرت ہوتی ہے۔
بدنصیب شیریں اب سوائے بہن بننے کے اور کس لائق تھی۔

ممتاز ایک دن آئی۔ دور ہی سے اسے کشور کی رونے کی آواز
سنائی دی جو اس دو سال کے عرصہ میں رونے کی اس طرح عادی
ہو چکی تھی جیسے اس دنیا میں اور اس کا کوئی کام ہی نہ ہو۔ اس
بچی کو سوائے رونے کے اور لگا یا ہی کس کام پر گیا تھا جو دنیا اس
سے شکایت کرتی۔ مگر ممتاز کو اس کی یہ حرکت گوارہ نہ تھی۔ اس
نے گھر میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔
بی خدا کے لئے شیریں۔ پہلے کشور کو چپ کرو پھر میں تمہارے

پاس بیٹھ سکتی ہوں

شیریں نے بچی کو الٹے سیدھے دو چار طمانچے مارے۔ پھوٹی ہوئی
تقدیر لے کر پیدا ہوئی ہے دنیا میں روئیگی نہیں تو اور کیا کریگی
ممتاز بچی کو پٹتا دیکھ کر اپنے دل میں افسوس کرنے لگی ہائے کیسی
بن کر بگڑی ہے۔ خدا کسی دشمن کے گھر کو اس طرح نہ بگاڑے کتنی جلدی
ساری کایا پلٹ گئی۔ اچھا سنو۔ ممتاز راز دار بن کر بولی۔
شاہد نے سلام شوق کہلا بھیجا ہے۔

شیریں مسکرائی۔ وہ مسکراہٹ جسے قہقہوں میں تبدیل ہونا
آتا تھا اب مشکل سے مسکراہٹ معلوم ہوتی تھی۔ اس کا جواب تھا۔
"اب بھی پوچھا تو مہربانی کی"

اس سلامِ شوق کے بعد ان کا ایک پیغام بھی ہے کہو تو وہ بھی
کہہ دوں۔

میرے اندر ضبط کی طاقت کا اندازہ لگا کر کہنا۔ تمہیں تو میرے
بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ میں نہ اب نہ کوئی خوشی برداشت
کر سکتی ہوں نہ غم۔

تمہیں یہ ڈر ہے کہ تمہیں شادیٔ مرگ نہ ہو جائے؟

ہاں مدت سے ان کانوں نے خوشی کا ایک لفظ نہیں سنا۔
محبت کس چیز کو کہتے ہیں میں یہ بھول چکی۔ شاہد کے الفاظ مجھ پر
اچھا اثر نہیں کریں گے۔

ممتاز چپ ہو گئی۔ اسے معلوم تھا کہ شیریں ٹھیک کہہ رہی ہے۔

اور وہ بات ٹال گئی۔

پیغام کوئی خاص نہیں تھا شیریں جس سے تم ڈر گئیں۔ شاہد کو تمہارے بارے میں کوئی علم ہی نہیں ہے۔ تم نے مجھ سے منع کیا تھا۔ اس لئے میں نے انھیں کچھ نہیں بتایا۔ خود ہی مجھ سے تمہارا تذکرہ لے کر بیٹھے ہیں۔ میں ان سے کہتی ہوں۔ شیریں خوش ہے اور مطمئن ہے۔

تمہیں بھی وہ اسی طرح پوچھتی ہے۔ جس طرح تم اسے پوچھتے ہو۔ کبھی کبھی یہ مصرعہ ان کی زبان پہ آجاتا ہے۔

اک بے وفا کو پیار کیا ہائے کیا کیا۔

کچھ اور باتیں کرو ممتاز۔ شاید وہ مجھے بلائیں یا مجھ سے ملنا چاہیں مگر میں اب کیا منہ لے کر ان کے پاس جاؤں۔ آئینہ میں اپنی شکل دیکھتی ہوں تو میں خود اپنے کو نہیں پہچانتی۔ انسان کی محبت انسان کے ساتھ زندہ رہ سکتی ہے۔ جاوید نے مجھ سے میری شکل و صورت تک چھین لی۔ جس شیریں کو شاہد سے محبت تھی وہ میں کہاں ہوں۔ تم میری طرف سے ان سے یہ کہہ دینا

اور شیریں کے کہنے پر ممتاز نے جب غور سے اس کی طرف دیکھا تو ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھی۔ نہ خوبصورتی نہ جسم کا گداز۔

یہ ساری چیزیں ایک افسانہ کی طرح ممتاز کو یاد تھیں مگر اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔

شیریں۔ ممتاز نے اسے سمجھانے کے لئے بڑی محبت سے پکارا۔ شاہد کو تمہارے خوبصورت جسم سے محبت نہیں رہی۔ وہ اب تمہارے خیال سے محبت کرتے ہیں۔

تم شاعرہ کب سے ہو گئیں؟۔ اب وہ میرے خیال ہی سے محبت کریں ان سے کہہ دینا۔

"مجھ سے میرا ذکر بہتر ہے جو اس محفل میں ہے"

مگر شیریں میں تمہیں اس طرح برباد تو نہیں ہونے دوں گی؟

تم اس حالت کو بربادی کہہ لو۔ تم میری موت کو بربادی کا نام دے رہی ہو۔ میں مرچکی ہوں ممتاز مجھے کوئی زندہ نہیں کر سکتا۔

پگلی دو دن میں یہ سوکھا ہوا درخت ہرا بھرا ہو جائے گا۔ باغ کے لئے ایک اپنا مالی چاہیے اور وہ موجود ہے۔

کیسا باغ اور کیسا مالی۔ شیریں نے گھبرا کر کہا۔ اسے ممتاز کی باتوں سے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ چاہتی تھی گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع نہ ہو جائے اور ممتاز وہی باتیں کرنے لگے جو وہ عموماً کہا کرتی تھی بدنصیبی کی باتیں۔ کسی اور قیامت آنے کا ذکر۔

شیریں کے کان اب کسی اچھی بات سننے کے عادی نہیں رہے تھے۔

جاوید کہاں ہیں ممتاز نے پوچھا۔

مجھے کیا معلوم۔ وہیں ہوں گے جہاں انھیں ہونا چاہیئے۔

اب تو چوبیس گھنٹے شراب کے نشہ میں دھت رہتے ہیں۔

ہاں اور یہ الزام بھی مجھ پر ہے ــــ میں ان سے محبت نہیں کرتی اور اس لئے وہ شراب پیتے ہیں" وہ یہ کہہ کر طنزاً مسکرائی۔

کیا کریں بیچارے اپنے اس غم کو کیسے بہلائیں۔

ان کی یہ بات سمجھ میں آسکتی تھی اگر وہ اچھے آدمی ہوتے۔

اب تو ان کی اچھائیوں کے ڈنکے ہر طرف بج رہے ہیں۔ کشور کو اتنا مارتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

شرابی کے پاس اس کے کسی فعل کا کوئی جواز ہوتا ہے؟ ــــ

مارتے ہیں پھر جب وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے، تو اسے پیار کرتے ہیں۔

ہائے اللہ یہ کیا ہو گیا جاوید کو۔

ایک طرح سے ان کی خود کی حالت قابل رحم ہے۔ کوئی جانور کو بھی کہیں اسطرح مارے گا۔ جس طرح وہ کشور کو مارتے

پاگل ہو گئے ہیں۔ ننھی سی جان کسی دن مر جائیگی اور تم بیٹھی ہوئی دیکھا کرتی ہو

مجھے کیا پڑی ہے۔ ان کی اولاد ہے۔ ماریں یا زندہ رہنے دیں اس رشتہ کا آخر کیا مداوا ہے۔ یہ ممتاز سوچنے لگی۔ شاہد کو ابھی تک کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ شیریں نے قسمیں دے کر ممتاز سے کہا تھا کہ وہ اس

کے بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالے یہ شادی سب کے خلاف اس کے ڈیڈی نے کی تھی۔ اور شیریں اپنے مرحوم باپ کو رسوا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ممتاز اس وقت بیٹھی ہوئی یہی سوچ رہی تھی کہ اب اس کی خاموشی شاید بے جا ہو۔ اُسے شاہد کو اس کی حالت سے آگاہ کرنا چاہیئے۔

میں اب تمہارا یہ کہنا نہیں مانوں گی کہ شیریں کہ تمہاری موت کی خبر ہی کسی کو نہ معلوم ہو۔ دراصل تم مر گئی ہو۔ تم کو اب اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں ہونا چاہیئے۔ میں شاہد کو تمہارے مزار پر بھیج دوں گی۔

نہیں ممتاز۔ یہ علم دنیا کو بھی ہونے دو" شیریں خوشامد کرنے لگی۔ یہ سچ ہے کہ میں مر گئی ہوں مگر دنیا اسی وقت یقین کرے گی جب میں دفنا دی جاؤں گی۔

اس وقت ان سے کہنا کہ میرے مزار پر آکر دو پھول چڑھا جائیں۔

وہ وقت بھی دور نہیں ہے شیریں جب ایسا ہوگا۔

مجھے اس وقت کا انتظار ہے۔

بچی نے آپ ہی آپ رونا شروع کر دیا۔ بلا کسی سبب کے وہ یوں ہی رونے لگتی تھی۔ ممتاز نے بڑی محبت سے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔

بری بات ہے بیٹی، ہر وقت رویا نہیں کرتے۔

مار کھا کر چپ ہو گی شیریں نے بتایا۔ بے حیا ہو گئی ہے۔ اب بھی مار کھانے میں مزہ آتا ہے۔

ممتاز اُسے بہلاتی رہی مگر کشور نے رونا بند نہیں کیا۔

واہ، وہ بھلا ایسی کہاں ہے جو رونا بند کر دے۔ اسے الگ ڈال دو۔ یہ اس طرح نہیں چپ ہو گی۔

ماں نے جھڑکا اور ممتاز نے محبت سے پیار کیا۔ نتیجہ کے طور پر بچی پھر ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گئی۔ شیریں اور ممتاز نے پھر باتیں شروع کر دیں۔

قصر شیریں گذرا نظر سے کبھی؟

نہیں۔ کاغذ پر اس کا نقشہ دیکھنے کی گنہگار ہوں۔

یہ بھی عجیب بات ہے۔ ممتاز ہنسنے لگی۔ قصر شیریں جس کے لئے بنا وہی اس کی زیارت سے محروم ہے۔ دور دور سے اسے لوگ دیکھنے آتے ہیں۔ لیکن اگر کسی نے نہیں دیکھا تو وہ تم ہو۔

ہاں وہ میں ہی ہوں۔ شیریں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ وہ اور کون ہو سکتا ہے جو ایسی بری قسمت لے کر دنیا میں آیا ہو۔ جس کے اختیار میں سب کچھ ہو مگر وہ کچھ نہ کر سکے۔ جو نہ اپنے حال پر رو سکے نہ ہنس سکے اور جس کی اولاد بھی اس کی اولاد نہ ہو۔

یہی تو مجھے تعجب ہے۔ اگر برا نہ مانو تو کہوں اس بربادی میں

کچھ تھوڑا سا تمہارا بھی ہاتھ ہے۔

وہ کیسے؟

کم از کم تم میری زبان پر تالے نہ ڈالتیں۔ مجھے کہنے دیتیں جو کچھ میں کہنا چاہوں۔

ممتاز مجھے معلوم ہے۔ مصیبت میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا اندھیرے میں سایہ تک ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ مجھے نہیں امید ہے کہ تم میرے لئے کسی سے کچھ کہو اور وہ میری مدد کے لئے دوڑا آئے۔

آزما لو۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ میں ابھی جا کر کہتی ہوں اگر دو منٹ میں ان کی گاڑی تمہارے دروازے پر نہ کھڑی ہو تو مجھے ممتاز نہ کہنا۔

کس سے کہو گی۔؟

جو تم سے محبت کرتا ہے۔

جو کبھی مجھ سے محبت کرتا تھا۔ شیریں نے حال اور ماضی کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

وہ محبت اپنی جگہ ہے۔ بعض محبتیں کبھی نہیں مرتیں یقین کرو۔ بعض حقیقتیں افسانے معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ان میں بڑی جان ہوتی ہے۔ شاہد کو تم معمولی دل و دماغ کا آدمی نہ سمجھو۔

کیوں وہ اب کچھ اور ہو گئے ہیں۔

ہاں

انسان سے فرشتہ۔ ؟ کیا ان میں انسانی کمزوریاں نہیں ہیں ؟

وہ ان میں کبھی نہ تھیں شیریں۔ ممتاز اس یقین کے ساتھ بول رہی تھی جیسے وہ سچ مچ شاہد کو فرشتہ سمجھتی ہو۔ تمہاری یاد میں انھوں نے اپنے کو فنا کر ڈالا — آج اُن کے پاس سب کچھ ہے، دولت، عزت، نام، انھوں نے اپنے پیشہ میں لاکھوں کمایا اور قصر شیریں پر لگا دیا۔ بہت دنوں تک وہ اپنے کو اسطرح بہلاتے رہے۔ لیکن تا بکے ؟

ایک آدمی کہاں تک فریب کھا سکتا ہے، وہ حقیقت کا کب تک سامنا کرے گا ؟ — وہ بیمار پڑ گئے۔ ان کی بیماری نے خاصا طول کھینچا اور اب ان کی حالت تشویش ناک ہے — کل انھوں نے پہلے تمہارا نام لیا پھر مجھ سے کھل گئے — تمہارے لئے ان کا پیغام ہے کہ انھیں مرنے سے پہلے تم ایک نظر دیکھ لو۔

وہ کہاں ہیں ؟ شیریں اس انکشاف کے بعد فوراً بے حس ہو گئی۔

اسپتال میں۔

چلو میں ابھی چلتی ہوں۔ شیریں چلنے کے لئے کھڑی ہوئی تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہ بتائی۔

تم نے منع کر دیا تھا۔

میں نے کچھ اور سمجھا تھا وہ پیغام اگر یہ تھا تو مجھے فوراً بتاتیں اور یہ کہتے کہتے اس کی حالت غیر ہونے لگی اس نے یہ صحیح کہا تھا۔

نہ میں اب کوئی غم برداشت کر سکتی ہوں نہ خوشی —

مگر وہ تھوڑی سی قوت برداشت کے سہارے کھڑی ہو گئی۔

چلو مجھے کہاں چلنا ہے۔

انیسواں باب

اسپتال میں شاہد کا بیڈ ایک پرائیویٹ اسپیشل وارڈ میں تھا دونوں سیدھی وہیں چلی گئیں۔ شاہد اپنی زندگی سے بیزار وہاں پڑا تھا۔ شیریں نے قریب جا کر سلام کیا۔ اور شاہد نے بمشکل تمام شیریں کو پہچانا۔ دل سے دل کو جو ایک راہ تھی اس کے سہارے شاہد فوراً جان گیا کہ اس کی عیادت کے لئے ممتاز کے ساتھ کون آیا ہے۔

"وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے"

مجھے تو آج ہی ممتاز سے معلوم ہوا کہ آپ بیمار ہیں۔

اتنے دنوں کی مفارقت کا یہ نتیجہ تھا کہ شیریں نے شاہد کو آپ کہہ کر مخاطب کیا۔

میں نے ممتاز کو منع کر دیا تھا کہ وہ میرے بارے میں تمہیں کچھ نہ بتائے۔

ادھر آپ نے منع کیا اُدھر انھوں نے۔ ممتاز بولی۔ میں تو بڑی کشمکش کی حالت میں تھی۔

شیریں اسی بستر پر بیٹھ گئی جس پر شاہد لیٹا تھا۔ دو سال کے بعد شاہد کو ایسی حالت میں دیکھ کر وہ اپنے اوپر قابو نہ حاصل کر سکی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے نکلنا شروع ہوئے۔ شاہد نے اسے ڈھارس دی۔

تمہارے عوض ایک بہت بڑا معاوضہ مجھے قدرت نے دیدیا مگر دولت بغیر دل کی خوشی بیکار ہوتی ہے۔ تم میرے ساتھ ہوتیں تو قصر شیریں آباد ہو سکتا تھا۔ دولت کا ایک محل میں نے کھڑا کر دیا مگر اس میں رہنے والا کون ہے؟

آپ اچھے ہو جائیں پھر قصر شیریں بھی آباد ہو جائے گا۔

میں اچھا ہو گیا شیریں۔ مجھ میں ولولہ۔ اور جوانی سب ہی کچھ آگئی۔

یہ میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ ممتاز خوش ہو کر کہنے لگی۔ کسی کے آنے پر منہ پر رونق آنے کی مثل آپ نے سچ ثابت کر دی۔

شاہد میں واپس توانائی آگئی تھی۔ اس کے جسم میں بجائے بیماری کے ایک غم سمایا ہوا تھا اسے شیریں کی آمد نے ختم کر دیا۔ اس کے ہونٹ مسکرائے۔ اس کی روح میں تازگی پیدا ہوئی۔ شیریں کے چہرہ پر بھی ایک ہلکی سی دل آویزی تھی۔ جیسے مرجھائے ہوئے

پتے بارش کے پہلے چھینٹے سے تر و تازہ ہو گئے ہوں۔ ممتاز نے موقع کو غنیمت سمجھ کر دونوں کو کمرے میں اکیلا چھوڑ دیا اور خود نرس سے باتیں کرنے لگی اس کے ساتھ چلی گئی۔ نہ معلوم کتنی مدت کے بعد دونوں کو تنہائی میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہونا نصیب ہوا تھا۔ پھر بھلا ممتاز کیسے چوکتی۔ وہ چلی گئی تو شاہد نے شیریں کو مخاطب کیا۔

شیریں۔ تمہیں دنیا میں چین نصیب ہو گیا ہے؟

نہیں۔ شیریں نے جواب دیا۔ آپ کو نصیب ہو گیا ہے؟

اس کے بعد دونوں نے اپنی اپنی روداد ہر ایک سے بیان کی۔ شیریں نے اسے اپنی زندگی کی پوری داستان سنائی۔

آپ کے بعد مجھ پر زندگی نے بڑے ظلم توڑے۔

مگر میں ابھی زندہ ہوں شیریں۔

خدانخواستہ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ آپ نے مجھے اتنی بڑی دنیا میں اکیلا چھوڑ دیا اور میں راستہ بھٹک گئی۔

جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ کیوں نہ ہم دونوں نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کریں۔

سوال زندگی کا ہے شاہد۔ وہ اگر ہم میں سے کسی میں ہو تو ضرور پھر سے شروع کی جا سکتی ہے۔

تم سے ملنے کے بعد مجھے یہ پتہ چلا جیسے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔

مجھے بھی ایسا ہی پتہ چلتا مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ گئی زندگی شروع کرنے کے لئے بہت دیر ہو چکی ہے۔ میں اپنا سب کچھ لٹا چکی ہوں اور اب میرے پاس شروع کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

یہ گفتگو جاری رہی۔ آج بہت سے پڑے ہوئے پردے دونوں کے درمیان سے اٹھ چکے تھے۔ ان کے پاس شروع کرنے کے لئے اگر کچھ نہیں تھا تو تجدید ملاقات تھی۔ اس گفتگو کے بعد ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دونوں ایک ساتھ صحت یاب ہونا شروع ہوئے۔ ایک کا درد دوسرے کا مداوا تھا۔ ممتاز کو یہ سوچ کر اطمینان ہوا کہ وہ اس طرح دونوں کے کام آئی۔

بیسواں باب

ممتاز نے ایک دن اطمینان سے بیٹھ کر شیریں کو شاہد کے گھر دولت آنے کا قصہ سنایا۔ یوں تو وہ اب اپنے فرم سے بھی بڑی تنخواہ لیتا ہے۔ وہ ایک اچھا انجینئر ہے مگر یہ دولت تو اسے چھپر

پھاڑ کر ملی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

ایک ضعیف آدمی شاہد کو تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ وہ اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا جب اس بوڑھے نے دستک دی اور اندر آنے کی درخواست کی۔ شاہد سمجھا کہ اسے کوئی تکلیف ہے۔ وہ بڑی محبت سے بوڑھے کے پاس گیا اور اس سے اس کی خیریت پوچھنے لگا۔

آپ کو کوئی تکلیف ہے۔ آپ تھک گئے ہیں۔ آپ میرے بستر پر لیٹ جائیے۔

عام طور پر لوگ راہ گیروں کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آتے مگر شاہد تو فرشتہ تھا۔ وہ اس بوڑھے کے لئے زمین پر بچھ گیا۔

بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

بوڑھا آرام سے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگا۔ یہ دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی ہے۔ وہ شاہد سے بولا ؟

تم مجھے نہیں جانتے مگر میں تمہیں جانتا ہوں۔ تمہاری تلاش میں کئی دن سرگرداں رہا اور بڑی مشکل سے تمہارا پتہ لگا کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس لئے کہ میرے پاس تمہاری ایک امانت ہے۔

میری امانت اور آپ کے پاس ؟ شاہد کو تعجب ہوا اور وہ اس بوڑھے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔

تو اسے پڑھو۔ بوڑھے نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیا۔

منکہ سید احمد ولد مبین احمد وقت آخر یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری تمام دولت جو مختلف بنکوں میں ہے، میرے مرنے کے بعد میرے چھوٹے بھائی شاہد احمد ولد مبین احمد کو دیدی جائے۔ میری تمام دولت اور جائداد زرعی و سکنی کے مالک و مختار ہیں۔ میں نے تحریر لکھ دی تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

سید احمد ولد مبین احمد بقلم خود

۲۰ جنوری ۱۹۵۸ء

شاہد نے تحریر پڑھ کر اُسے تہہ کیا تو بوڑھا کہنے لگا۔ وہ افریقہ میں میرے ہاتھوں پروان چڑھے، انھوں نے خوب دولت کمائی اور ۲۰ جنوری کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ وہ مرنے سے پہلے تمہارے پاس آنا چاہتے تھے انھیں بڑی تمنا تھی کہ اپنے اکلوتے بھائی کو دیکھ لیں مگر کاروبار نے انھیں مہلت نہیں دی اور وہ اتفاقیہ طور پر مر گئے۔

شاہد نے پہلی دفعہ اپنے بڑے بھائی کی تحریر دیکھی تھی۔ اس بھائی کی شکل تصویر بھی اس کے ذہن میں صاف نہ تھی۔ اسے کچھ عجیب سا احساس ہونے لگا۔ اتنی بڑی دولت پانے کے خیال سے قطع نظر وہ چاہتا تھا کہ اپنے بھائی کی اس تحریر کو بوسہ دے اور اسے آنکھوں سے لگائے۔ مگر اس خیال سے شاید اس کی یہ حرکت دولت پانے کی خوشی تصور کی جائے گی۔ اس نے اس تحریر کو ایک طرف ڈالدیا۔

بوڑھا تھوڑی دیر لیٹا رہا پھر اس نے جانے کی اجازت مانگی۔

میں اب جاؤں گا بیٹے ۔ مجھے اس شہر میں اور بھی کام ہیں۔

شاہد نے اصرار کیا بابا آپ میرے پاس سے نہیں جا سکتے۔ میں آپ کی خدمت کروں گا آپ میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہیں۔

بوڑھا ہنسا۔ وہ شاہد کی اس سعادت مندی سے خوش ہوا تمہاری دعا ہے میری خدمت کرنے والے یہاں بہت ہیں۔ یہاں میرے دو لڑکے ہیں جنھیں میں چودہ سال کے بعد دیکھوں گا۔ تمہاری امانت لے کر میں کہیں اور جانا نہیں چاہتا تھا اس لئے میں سیدھا تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے سوچا یہ دنیا بڑی مکار ہے اور حیلہ باز ہے۔ یہ معمولی سا کاغذ مجھے گمراہ بھی کر سکتا تھا۔ میں نے سوچا تمہاری امانت کو تمہارے پاس جلد سے جلد پہونچنا چاہیے

بوڑھا کچھ دیر بیٹھ کر چلا گیا اور اس طرح بنکوں کی یہ لاتعداد دولت شاہد کو مل گئی۔

ممتاز یہ قصہ سنا کر شیریں کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس واقعہ کا اثر شیریں پر کیا ہوتا ہے۔ مگر وہ اپنی جگہ پر بے حس و حرکت تھی۔ اس پر کوئی ردِ عمل نہیں ہوا۔ جب دل ہی مر چکا ہو تو وہ کوئی اثر کیسے قبول کر سکتا ہے؟ ایسا معلوم ہوا جیسے شیریں نے یہ داستان ہی نہیں سنی۔

تمہاری سمجھ میں میری بات نہیں آئی؟

آگئی۔

کیا؟

تم نے مجھے بتایا کہ شاہد کو یہ دولت کیسے ملی۔

تم خوش نہیں ہوئیں۔

ان سے پوچھنا وہ اس دولت کو پا کر خوش ہوئے! شیریں تھوڑا سا مسکرائی۔۔ دولت ہم دونوں کو ملی مگر ہم ایک دوسرے کو نہ مل سکے۔

یہ سچ ہے۔ ممتاز نے شیریں کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ تم دونوں تو کسی اور ہی دنیا کے انسان تھے۔

میں نہیں تھی۔ شیریں نے تردید کی میں نے ڈیڈی کا کہنا مان لیا اور جاوید سے شادی کر لی۔

مگر شادی تو تمہاری مرضی کے خلاف ہوئی۔

نہیں ممتاز۔ میں نے اپنی رضامندی دے دی تھی۔ جاوید نے مجھے شیشے میں اتار لیا تھا۔ تمہیں یاد ہو گا۔ پہلی دفعہ لندن کی واپسی پر تم نے مجھے شاہد کا ذکر کیا تو میں نے پوچھا تھا۔۔ کون شاہد؟

ہاں مجھے یاد ہے۔ ممتاز ہنسی، سچی محبت کو ٹھکرانے کا یہ الزام تم پہ عاید ہوتا ہے۔ مگر آج بھی تم میں کوئی فرق نہیں آیا ہے شیریں تمہاری طبیعت کا، آج بھی وہی عالم ہے جو کبھی تھا تم پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا تم پر۔

اب میں شیریں نہیں ہوں، شیریں کی یادگار ہوں، اپنی ایک تصویر جو کبھی بڑی خوبصورت تھی، پھر زمانہ نے اس پر خاک ڈالنا شروع کر دیا اور اب وہ خاک میں مل چکی ہے۔

تم چاہو تو اب بھی سب کچھ ہو سکتا ہے۔

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

کہو تو میں ایک تجویز تمہارے سامنے رکھوں۔

بتاؤ۔

جاوید تمہیں خوشی سے طلاق دے دے گا۔

شیریں چونک پڑی۔ معلوم ہوتا ہے جیسے ممتاز کی یہ تجویز اس پر اثر انداز ہوئی ہے۔ اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ شیریں نے دماغ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

ایسا ہو چکا ہے میرے یہاں۔ تم بے خبر ہو یہ اور بات ہے کیسے مجھے سمجھاؤ۔ جاوید نے مجھے طلاق نہیں دی۔

بظاہر۔۔ مگر یاد رکھو شیریں۔ یہ بات میری دادی اماں کہا کرتی تھیں۔ لاپرواہ آدمی کی بیوی اپنی زندگی میں بیوہ ہو جاتی ہے۔

اکیسواں باب

کشور نے جب کسی طرح رونا بند نہیں کیا تو ممتاز اُسے ڈرانے لگی۔

چپ ہو جا۔ تیرے ظالم پاپا آ رہے ہیں۔

ممتاز کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ شامت کا مارا جاوید نشہ کے عالم میں گھر کے اندر داخل ہوا۔ آج وہ بے انتہا مدہوش تھا۔ شیریں ڈر گئی۔ اگر اب بھی چپ نہ ہوئی کشور تو بہت ماری جائے گی۔ اس نے بچی کو چمکارا۔ دلاسا دیا۔ ڈروایا مگر وہ بھلا ایسی کب تھی۔

خاموش۔ جاوید اپنی پوری آواز سے چلایا اور ساری عمارت دہل گئی۔

توبہ ہے۔ آواز کے ساتھ ممتاز بھی چونک پڑی۔ آواز ہے کہ بم کا گولا۔

ممتاز اب بھی جاوید سے بیباک تھی۔ وہ کسی عالم میں ہو مگر ممتاز کی بات برداشت کر لیتا تھا۔ ممتاز کے اتنا کہنے پر وہ ہنسنے لگا غصّہ کی لہر جو ذرا دیر پہلے آئی تھی، خوش مزاجی میں بدل گئی۔ وہ کشور کو اپنی گود میں لیکر پیار کرنے لگا۔

ادھر آ میری بچی۔ آ میرے پاس آ۔ کشور کو اپنی گود میں لیکر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس وقت اسے نہ معلوم کیا یاد آ گیا۔

مجھے اپنی مجبوریوں کے ساتھ تیری بیچارگی کا بھی احساس ہے۔ اس نے کشور کو پیار کیا۔ بڑی اچھی ہے میری کشور۔ بتا تو کیوں رو رہی تھی۔؟

کشور نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ پھر پہلے کی طرح ڈانٹنے لگا۔ اس کی آواز پھر ساری بلڈنگ میں گونج گئی۔؟

بول تو کیوں رو رہی تھی۔؟

ممتاز نے ڈر کر جلدی سے کہا۔

تم کو یاد کر رہی تھی

مجھے یاد کر رہی تھی۔ بجائے جاوید کے اس کی شراب نے بولنا شروع کیا۔ مجھے یاد کر رہی تھی جو خود اپنے کو بھول چکا ہے۔

اس انداز میں اور اس چیخ کے ساتھ کشور سے جاوید کا یہ دوسرا سوال تھا تو مجھے یاد کر رہی تھی۔؟

اس مرتبہ کشور کے خاموش رہنے پر اس نے اسے مارنا شروع کر دیا پھر یاد کرے گی مجھے۔؟ بول پھر مجھے یاد کر کے روئے گی۔؟

وہ کشور کو بیدردی سے مارتا رہا۔ ممتاز اور شیریں خاموشی سے یہ تماشہ
دیکھتی رہیں، پھر ممتاز ہی سے نہ رہا گیا وہ اٹھی اور اس نے جاوید کا ہاتھ پکڑ لیا۔
عجیب آدمی ہو نہ کوئی خطا نہ کوئی قصور اور مارے چلے جا رہے ہو بچی کو۔

جاوید نے اپنا ہاتھ روک کر بچی کو پھر پیار کرنا شروع کر دیا۔

میری بچی مجھے یاد نہ کیا کر۔ میں چاہتا ہوں میری کشور مجھ سے نفرت کرنے
لگے۔ اس لئے میں تجھے مارتا ہوں اور پھر محبت سے پیار بھی کرنے لگتا ہوں
میرا یہ سختی تجھ پر اس لئے کرتا ہوں کہ میرے بعد تجھ پر دنیا کے ظلم و ستم ٹوٹیں
گے اور میں تجھے ان کا عادی بنا دینا چاہتا ہوں۔

اپنا یہ جواز دے کر جاوید نے کشور کو پھر ایک طمانچہ مارا

اب اگر تمہارا ہاتھ اٹھا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ ممتاز تڑپ کر بولی۔

یہی کہا کرتے ہیں۔ شیریں نے کہا۔ پہلے جی بھر کر مارتے ہیں، پھر پیار
کرتے ہیں۔ اس طرح کانپتی ہے باپ سے جس طرح قصائی سے گائے۔ نہ ان
کی محبت کو چین ہے نہ نفرت کو۔ پیار کرتے کرتے مار بیٹھتے ہیں۔ مارتے
مارتے پیار کرنے لگتے ہیں۔

ممتاز پوچھنے لگی۔ جاوید! یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟

پہلے وہ ہنسا۔ پھر سنجیدہ ہو گیا۔ مگر اگر تمہارے اس سوال کا
جواب دے سکتا تو شراب ہی کیوں پیتا۔ یہ جو کشور ہے نہ میری دو سال
کی معصوم بچی۔ میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے اس کے
ساتھ یہی روا رکھنا چاہیے، دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ شرابی کی

اولاد اس کی زندگی میں یتیم ہو جاتی ہے۔ کشور یتیم ہے اور شیریں بیوہ۔

شیریں اور ممتاز نے نظریں اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ممتاز
جو کچھ کہہ چکی تھی اس کی تصدیق جاوید نے بھی کر دی۔

جاوید اسی طرح سنجیدہ بنا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کشور اپنے پلنگ
پر جا کر لیٹ گئی۔

—— روزانہ پیتے ہیں اب؟

"ہر وقت" کمرہ میں گئے ہیں۔ وہاں بوتل کھولیں گے اور پینا شروع
کر دیں گے۔ اب کشور بھی چپ چاپ لیٹ کر سو جائیگی۔

باپ کے آنے کے بعد پھر نہیں روتی ——؟

اس کا خوف ختم ہو گیا۔ مارے ڈر کے پہلے ہی سے رونا شروع کرتی
ہے اور مار کھا کر سو جاتی ہے۔

میں سمجھتی ہوں پاگل ہو گئے ہیں جاوید ——؟ کشور کو مجھے دیدو میں
پال لوں گی۔ نگوڑی پیدا ہی نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ ننھی سی جان اور
یہ ظلم۔

وہ کشور کو آواز دے کر پوچھنے لگی۔

میرے ساتھ چلو گی کشور؟

گردن ہلا رہی ہے جائے گی۔ ماں نے سفارش کرتے ہوئے
کہا۔ اسے لے جاؤ ممتاز۔ پوچھیں گے تو میں کہہ دوں گی ممتاز کے
ڈر سے کہیں بھاگ گئی۔